ماہنامہ

مُحدِّث

بنارس

شمارہ/۱۱	ذوالقعدۃ ۱۴۳۰ھ	نومبر ۲۰۰۹ء	جلد/ ۲۷

مدیر

عبدالوہاب حجازی

پتہ

دارالتالیف والترجمہ

بی ۱۸/ ۱جی، ریوڑی تالاب

وارانسی - ۲۲۱۰۱۰

بدل اشتراک

سالانہ ۱۲۰/ روپے

فی پرچہ ۱۲/ روپے

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوچکی ہے۔

اس شمارہ میں

۱- درس قرآن	عبداللہ سعود بن عبدالوحید	۲
۲- درس حدیث	مولانا عبدالسلام مدنی	۳
۳- افتتاحیہ	مدیر	۴
۴- ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ...	عبداللہ سعود بن عبدالوحید	۷
۵- ذبح کے احکام وآداب	مولانا ابوضیا نعیم الدین مدنی	۱۲
۶- حج کے سلسلے میں عورتوں کے......	مولانا اسعد اعظمی	۲۱
۷- آہ! استاذ محترم مولانا محمد عابد رحمانیؒ..	مولانا محمد مستقیم سلفی	۳۲
۸- آئینۂ حیات ڈاکٹر مقتدی حسن ازہریؒ	محفوظ الرحمٰن السلفی	۳۶
۹- آہ! والد صاحب		۴۱
۱۰- علامہ ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ سے متعلق......		۴۲
۱۱- قربانی اور اس کا پس منظر	عبدالواحد محمد لقمان	۴۴
۱۲- اعلان داخلہ		۴۷
۱۳- باب الفتاوی	نورالہدیٰ عین الحق سلفی	۴۸

نوٹ : ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

روح کیا ہے

عبداللہ سعود بن عبدالوحید

﴿ وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ، قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا ﴾ (اسراء:۸۵)

اور یہ لوگ آپ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں، آپ جواب دے دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے۔

روح وہ لطیف شئی ہے جو کسی کو نظر نہیں آتی، اور ہر جاندار کی قوت وتوانائی اسی روح کے اندر مضمر ہے، اس کی حقیقت وماہیت کیا ہے؟ یہ کوئی نہیں جانتا، مدینہ میں یہودیوں نے آپ ﷺ سے اس کی بابت پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

روح کی حقیقت آج تک مخفی ہے، انسان اسی روح سے زندہ رہتا ہے اور جب روح انسان کے بدن سے نکل جاتی ہے تو انسان مردہ ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ذریعہ یہ بتایا کہ یہ اللہ کے حکم سے ہے، اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتادیا کہ انسان کو تھوڑا ہی علم عطا کیا گیا ہے۔

صحیح بخاری میں اللہ کے نبی محمد ﷺ سے منقول ہے اور جو صادق ومصدوق ہیں کہ ہر انسان اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ کی شکل میں رہتا ہے پھر چالیس دن خون کا لوتھڑا اور چالیس دن مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کو حکم ہوتا ہے کہ چار چیزوں کو اس انسان کے بارے میں لکھ دے، اس کو حکم ہوتا ہے کہ اس کے عمل، اس کی روزی اور اس کی عمر اور یہ کہ نیک ہوگا یا بد لکھ دیا جائے، پھر اس کے بعد اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔

انسان کا جب آخری وقت آتا ہے تو اس کے بدن سے یہ روح اللہ تعالیٰ فرشتہ بھیج کر نکال لیتا ہے، اور اس کو اس کے شقی یا سعید ہونے کے اعتبار سے الگ الگ مقام پر رکھتا ہے، نیک لوگوں کی روح آسمانوں کے اوپر چلی جاتی ہیں اور حدیثوں کے مطابق ان کے مراتب کے اعتبار سے جنت میں رکھی جاتی ہیں، شقی اور جہنمی لوگوں کی روح الگ جگہ رکھی جاتی ہیں اور اس کو آسمان سے لوٹا دیئے جانے کا بھی ذکر ملتا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں اور اللہ تعالیٰ قیامت برپا کرے گا تو تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کرے گا، اور ان کا حساب وکتاب پیش کرکے ان کے اعمال کے مطابق جنت یا جہنم سے نوازے گا۔

بہت سے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ روح آتی ہیں اور اسی سلسلہ میں مختلف واقعات ذکر کئے جاتے ہیں، پچھلے زمانہ میں فرشتوں کا بھی انسانی شکل میں آنے کا ذکر موجود ہے، مگر نبوت کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد یہ سلسلہ بھی بند ہوگیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی میں ذکر کرتے ہیں کہ جو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں قبر سے یہ نمودار ہوا یا اس طرح کی باتیں جو بیان کی جاتی ہیں یہ سب شیطان کا عمل ہے، اللہ تعالیٰ نے شیطان کو چھوٹ دی ہے، وہ انسان کو گمراہ کرنے کے لئے مختلف راستہ اختیار کرتا ہے، وہ انسان کی شکل میں بھی آسکتا ہے، اس لئے کتاب وسنت سے جو باتیں ثابت نہ ہوں، اس کے پیچھے نہیں پڑنا چاہئے، ہمیں جو کچھ بتایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ اللہ کے حکم سے ہے اور اس کی حقیقت کو اللہ نے نہیں بتایا، اور نہ ہی آج تک کوئی اس کی ماہیت کو جان سکا ہے۔

یہ اللہ جل وشانہ کی قدرت اور اس کی بادشاہت کی نشانی ہے، اسی روح سے زندگی ملتی ہے اور اسی روح سے موت طاری ہوجاتی ہے، اس سے ہر ایک کو دوچار ہونا ہے، نہ کوئی بادشاہ بچ سکا نہ کوئی سائنس داں، پھر بھی انسان اپنے رب سے غافل ہے۔ ☆☆☆

درس حدیث: ۱۲۹

آداب دعا، واسباب فلاح یابی

تحریر: مولانا عبدالسلام مدنی/استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

عن عمر بن الخطاب، قال: كان النبي ﷺ إذا أنزل عليه الوحي، سمع عند وجهه دوي كدوي النحل، فأنزل عليه يوما، فمكثنا ساعة، فسرى عنه، فاستقبل القبلة، ورفع يديه، وقال: اللهم زدنا ولا تنقصنا، وأكرمنا ولا تُهِنّا، وأعطنا ولا تحرمنا، وآثرنا ولا تُؤثر علينا، وأرضنا وارضَ عنا.

ثم قال: أنزل علي عشر آيات، من أقامهن دخل الجنة. ثم قرأ: ﴿قد أفلح المؤمنون — المؤمنون: ١ — ١٠﴾ حتى ختم عشر آيات. رواه أحمد، والترمذي. (مشكاة ج١، ص ٢١٩)

قال في المرعاة: ورواه الحاكم وصححه ووافقه الذهبي...... وصححه الشيخ أحمد شاكر. (مرعاة ج ٩، ص ٢٦٢)

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ پر جب وحی نازل کی جاتی تھی تو آپ کی ذات سے شہد کی مکھی کی سی ہلکی غیر مفہوم آواز سنی جاتی تھی، ایک روز آپ پر وحی نازل کی گئی، ہم لوگ تھوڑی دیر (وہاں) ٹھہرے رہے، وحی آنے کی کیفیت ختم ہوئی، تو آپ قبلہ رو ہو گئے، دونوں ہاتھ پھیلا، اور دعا فرمائی: اللهم زدنا ولا تنقصنا، الخ. یعنی اے اللہ! ہمیں (خیر و برکت اور عدد و سامان میں) زیادتی نصیب فرما، ان میں کمی نہ فرما، ہمیں (دنیا و آخرت میں) عزت و وقار دے، ذلیل و خوار نہ بنا، داد و دہش سے ہمیں نواز، محروم نہ رکھ، (اپنی رحمت وعنایت میں) ہمیں ترجیح دے، ہم پر اوروں کو مقدم نہ کر، ہمیں (اپنے ہر فیصلہ پر) راضی رکھ، اور تو ہم سے راضی ہو جا۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر دس آیات کریمہ نازل کی گئی ہیں جو ان پر کاربند رہے وہ جنت میں (دخول اولیں) پائے گا، پھر آپ نے سورہ مومنون کی ابتدائی دس آیتوں کی تلاوت فرمائی: ﴿قد أفلح المؤمنون، إلى .. أولئك هم الوارثون﴾ یعنی ''یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کرلی، جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں، جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں، جو زکاۃ ادا کرنے والے ہیں، جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے، یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں، جو اس کے سوا کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز کر جانے والے ہیں، جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں، جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں، یہی وارث ہیں، جو فردوس کے وارث ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے''۔ (جونا گڈھی ؒ) (احمد و ترمذی، حدیث صحیح)

تشریح: حدیث پاک سے ایک جامع دعا کا علم ہوتا ہے، نیز بعض آداب دعا کہ قبلہ رو ہو کر، دونوں ہاتھ رب کے سامنے پھیلا کر عاجزی وانکساری سے دعا کرنی چاہئے، یہ آداب قبولیت دعا میں موثر ہوتے ہیں۔

آیات کریمہ میں فلاح یافتہ مومنین کے چند اوصاف بیان کئے گئے ہیں: ۱- نماز حضور قلبی سے ادا کرنی، ۲- لغویات سے اجتناب، ۳- زکاۃ کی ادائیگی، ۴- شرمگاہ کی حفاظت، ۵- زن وشو کے جائز حقوق کی ادائیگی، ۶- امانت کی ادائیگی اور عہد و پیمان کا پاس ولحاظ، ۷- نماز کی نگہبانی۔

رب العالمین! ہمیں آداب دعا اپنانے اور جامع دعا کرنے کی توفیق دے، نیز فلاح یاب مومنین کے اوصاف پر کاربند رکھ، آمین۔ ☆

افتتاحیہ

حضرت الاستاذ حافظ ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ
نئی نسلوں کے محسن ومربی

یہ خبر الم انگیز جماعتی اور عام سطح پر بڑے افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ جامعہ سلفیہ بنارس کے صدر مجلس منتظمہ، سابق وکیل الجامعہ، عربی زبان کے مستند ادیب وصاحب قلم، ماہر استاذ، ادارۃ البحوث الاسلامیہ جامعہ سلفیہ کے نگران ژرف نگاہ وجفاکش، مجلّہ صوت الامہ کے مدیر حضرت الاستاذ حافظ ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری ۱۰/ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ/ ۳۰/اکتوبر ۲۰۰۹م بروز جمعہ بعد نماز فجر انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالیٰ آپ کی نیکیاں قبول فرمائے، لغزشوں سے درگذر فرمائے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔

حضرت الاستاذ بڑی شخصیت تھے، علم کے ساتھ عمل کے دھنی تھے، دین اور جماعت سے محبت آپ کے قلب وضمیر کی گہرائیوں میں جاگزیں تھی، آپ کے خاندان میں علم، عمل اور جماعتی جذبہ نسلا بعد نسل خیمہ زن تھا، آپ کا مولد شہر مئو دینی وعلمی وجاہت رکھنے والا شہر رہا ہے، صرف یہاں انیس تلامذہ سید نذیر حسین محدث دہلوی کے گذرے ہیں، پڑوسی شہر مبارکپور نے بڑے بڑے محدثین پیدا کئے، علم وثروت نے صدیوں سے اس ممتاز خطۂ ارضی کو اسلامی وسلفی تہذیب وتمدن اور معاشرت کا گہوارہ بنادیا، موجودہ وقت میں ڈاکٹر صاحب اس مردم خیز علاقہ کی ایک نمائندہ شخصیت تھے اور جامعہ سلفیہ بنارس کو مقر عمل بنانے کے بعد آپ کے علمی وعملی فیوض کی اشاعت دور دور تک جاپہونچی۔

ڈاکٹر صاحب حافظ قرآن تھے، مدرسہ کے فاضل تھے، ازہر یونیورسٹی مصر اور مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے فیض یافتہ تھے، اس سے آپ کے علم وثقافت میں بڑی وسعت اور توازن تھا، مذکورہ بالا اداروں، ان کے اساتذہ وغیرہ سے آپ کی محبت اور تعلقات دم واپسیں تک تھے، اس کے ساتھ ہی دین اور جماعت سے محبت آپ کے خمیر میں تھی، مصر سے واپسی کے بعد آپ نے علمی فیض رسانی کے لئے فیض عام مئو کو منتخب کیا پھر جامعہ سلفیہ آگئے، علی گڈھ سے ڈاکٹریٹ کرنے کے بعد بھی آپ نے اسی مدرسہ کو ترجیح دئے رکھا، ہمیں استاذ محترم کی یہ ترجیح دل سے پسند تھی، ظاہر ہے کہ اس میں دین، جماعت اور نئی نسلوں کی دینی وعلمی تربیت کا پہلو بڑا اہم ہے۔

ڈاکٹر صاحب جامعہ سلفیہ میں آئے تو ہم لوگ یہاں پہلے سے زیر درس تھے، مضبوط پہلوانوں کی طرح گٹھا ہوا جوانی کا

بدن،عصر کے بعد ہم لوگوں کے ساتھ والی بال کھیلنے کے لئے کھیل کے لباس میں اترتے جوڈھیلا ڈھالا سفید بشرٹ اور پتلون تھا،اس سے ہمیں جسمانی ورزش اور حفاظت صحت کی کھلی ہوئی تربیت ملتی تھی،طلباء کو بہت زیادہ باندھ کے رکھنا آپ کو پسند نہ تھا،اسے ان کی شخصیت وصلاحیت کے مختلف پہلوؤں کے نمو وارتقاء میں حارج سمجھتے تھے،لیکن اس کے معنی کھلی آزادی کے نہ تھے جس سے ان کی شخصیت خاصۃ دینی پہلو فنا ہوجائے۔

ڈاکٹر صاحب ''نصاب تعلیم'' کی اصلاح پر بے حد توجہ دیتے تھے اوراسے خوب سے خوب تر بنانے کی جدوجہد کرتے تھے، ملک کے ماہر تعلیم علماء سے بھی مشورہ لیتے تھے،متعدد جامع ومفید کتابوں کی تلخیص کرکے انہیں شامل نصاب کرتے،ائمہ متقدمین وغیرہ کی کتابوں کے ساتھ جدید دور کی لائق درس اہم کتابیں خاصۃ عقیدہ،نحو وصرف پر مصری یا سعودی علماء کی کتابیں شامل نصاب کرتے، یہ سب کچھ نئی نسلوں کے علمی،ثقافتی اور تربیتی معیار کو بلند اور وسیع کرنے کے لئے کرتے تھے۔

اس غرض سے کہ جامعہ سلفیہ،اس کے طلباء نیز دیگر مدارس اور نئی نسلیں جدید علمی وتعلیمی ودعوتی نشاطات وتحریکات سے آشنا ومستفید ہوں،ڈاکٹر صاحب جامعہ کی انتظامیہ کواعتماد میں لے کر اپنی نگرانی میں سال بہ سال بارہا متعدد مؤتمرات وسیمینار منعقد کراتے رہے،جن میں سعودیہ عربیہ اور دیگر عرب ممالک کی علمی وتعلیمی ودعوتی شخصیات کے علاوہ ہندستانی سرکاری یونیورسٹیوں کے پروفیسران اور ریسرچ اسکالر اور بڑے بڑے مدارس کے فاضل اساتذہ بڑی تعداد میں ذوق وشوق سے شرکت کرتے رہے،نئی نسلوں کے ذہنی،علمی وثقافتی آفاق کو وسعتوں سے ہم کنار کرنے میں یہ موتمرات وسیمینار بے حد مفید و موثر ثابت ہوتے تھے اور خود جامعہ سلفیہ علمی دنیا میں وسعت فکر وعمل کی حامل ایک نمائندہ تعلیم گاہ کی شکل میں نمایاں ہوتی تھی کہ اس میں وقت کے ساتھ چلنے اور زندہ کردار ادا کرنے کی تڑپ موجود ہے۔

استاذ گرامی ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کا ایک امتیازی کارنامہ جس نے جامعہ سلفیہ کو دیگر مدارس اسلامیہ سے ممتاز کردیا اور جوان کی ممتاز علمی وعملی شخصیت کا آئینہ دار ہے وہ جامعہ سلفیہ میں ادارۃ البحوث الاسلامیہ والدعوۃ والافتاء کی علمی وعملی سرپرستی ہے، ادارۃ البحوث نے آپ کی نگرانی میں بڑی ترقی کی یہاں سے تین سو سے زائد کتابیں تصنیف وتالیف اور ترجمہ وطبع کے مراحل سے گذر کر علمی دنیا میں پہونچیں جو عربی،انگریزی اردو ہندی متعدد زندہ زبانوں پر مشتمل ہیں جس کی وجہ سے یہاں مکتبہ سلفیہ تجاریہ قائم ہوا اور جامعہ کے لئے ایک بابرکت مستقل ذریعہ آمدنی بن گیا،ڈاکٹر صاحب خود اپنی تصنیفات ومقالات کا بڑے پیمانہ پر شغل دوام رکھنے کے ساتھ بڑے اہتمام سے متعدد کتابوں کا مراجعہ کرتے،اور یہاں سے طبع ہونے والی بیش تر کتابوں پر عرض ناشر تحریر فرماتے اور کتاب کی اہمیت کا تعارف اپنے قلم سے پیش کرتے تھے۔اس سلسلہ میں آپ کی عملی جزرسی کا یہ حال تھا کہ کسی کتاب کا مراجعہ،پروف ریڈنگ،کاغذ،ٹائٹل،رنگ،تزیین،حروف کا سائز،نام اور دیگر امور آپ ہی کے ذریعہ سے طے پاتے تھے۔ ادارۃ البحوث سے دو مجلّے ''صوت الامۃ'' اور ''محدث'' برابر تاحال شائع ہوتے رہے اور دونوں میں ڈاکٹر صاحب نہایت

پابندی سے اپنی قیمتی تحریریں اشاعت کے لئے دیتے تھے،صوت الامۃ تو برابر آپ ہی کی ادارت میں شائع ہوتا رہا ہے۔

جامعہ سلفیہ کی خدمت کے لئے جب میرا معاہدہ ہوا تو ڈاکٹر صاحب نے اپنی آفس میں اپنی کرسی کے بغل میں میری کرسی میز لگوائی،اور میں ترجمہ وتصنیف کے عمل میں لگ گیا،بعد میں تدریس میں بھی لگا اور مقدمہ ابن خلدون اور جامع ترمذی پہلے سال میرے حصہ میں آئی،بعض دوستوں نے غالبا خوش ہوکر کہا کہ: آپ کو جامعہ میں پہونچتے ہی کرسی بھی مل گئی اور بڑی بڑی کتابیں تدریس کے لئے بھی مل گئیں،میں نے عرض کیا: ذلک فضل اللہ........اس وقت سے لے کر اب تک میری متعدد نگارشات ادارۃ البحوث سے شائع ہوتی رہی ہیں،ڈاکٹر صاحب میرے ساتھ بیٹھ کر پوری کتاب کا مراجعہ کیا کرتے تھے میں ان کی اس شفقت اور قوت عمل پر ان کی عظمت کا اعتراف دل میں رکھتا تھا،مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری صاحب جب سعودیہ عربیہ ملازمت کے لئے چلے گئے تو ڈاکٹر صاحب کی ترجیح اور انتخاب سے مجھے محدث کی ادارت ملی،جامعہ سلفیہ کے ناظم اول مولانا عبدالوحید صاحب سلفی سے میرے قلمی ذوق وشوق کا بہتر تعارف کرایا۔اپنے تعلق سے میں اسے استاذ گرامی کے حسنات میں سے شمار کررہا ہوں کہ اس سے اللہ نے مجھے بذریعہ قلم نئی نسلوں کی تربیت کا طویل عرصہ تک موقع عطا کیا۔اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے،استاذ گرامی کو اس کے اجر میں شریک فرمائے اور ذمہ داران جامعہ کو بھی۔

اپنے اس عظیم شفیق استاذ اور نئی نسلوں کی محسن ومربی شخصیت کی رحلت پر ہمیں دلی رنج ہے،اپنے بھی قوی تیزی سے ضعف کی طرف مائل ہیں،ہر سانس پر اللہ سے خیر وبرکت کی طلب ہے کہ الٰہی استاذ گرامی کا اور ہمارا بھی انجام بخیر ہو۔

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں کہیں سے آبِ بقائے دوام لے ساقی

☆☆☆

کیلنڈر 2010 جامعہ سلفیہ بنارس

حسب سابق جامعہ سلفیہ کا کیلنڈر 2010 عمدہ طباعت اور بہترین ڈیزائن کے ساتھ چار کلر میں طبع ہوکر منظر عام پر آچکا ہے،خواہشمند حضرات مندرجہ ذیل پتہ سے طلب کرسکتے ہیں۔

مکتبہ سلفیہ

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس

Maktaba Salafiah, B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi-221010 (U.P.)

ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ کی وفات جامعہ کے پہلے دور کا اختتام ہے

عبداللہ سعود بن عبدالوحید
ناظم اعلی
جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس

جامعہ سلفیہ بنارس کی تاسیس کو آج چھیالیس سال گذر چکے ہیں، تاسیس کے وقت میں جامعہ رحمانیہ کا طالب علم تھا، کبھی کبھی ہم بچے مرکزی دارالعلوم کے احاطہ میں اپنے والد کے ساتھ چلے جاتے تھے، وہاں کا میدان اور مزدوروں کے کام آج ذہن میں نقش ہورہے ہیں، رحمانیہ سے مولوی کے چار سال پورا کرنے کے بعد عالم اول میں جامعہ پہنچا، اس وقت جامعہ میں صرف چھ کلاس روم تھے، ایک سے چار عالمیت اور پانچ و چھ نمبر فضیلت کا کلاس تھا، طلبہ کی تعداد محدود تھی، اساتذہ مستعدی سے پڑھاتے تھے، جو بھی جامعہ سے تعلیم حاصل کرکے نکلا سب کے اندر اچھی استعداد وملکہ پایا جاتا ہے، جب ہم کچھ اوپر کلاس میں گئے اس وقت ہم کو جن اساتذہ کرام نے پڑھایا ان میں محترم ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری صاحب بھی تھے، ڈاکٹر صاحب جب آئے تھے ان کا استقبال ہوا تھا، ایک قابل باصلاحیت استاد کی حیثیت سے ہر کوئی ان کو جانتا تھا، بہت جلد آپ کو عربی ماہنامہ کا ذمہ دار بنایا گیا اور جامعہ کی معنوی ترقی میں آپ میرے والد محترم، اس وقت کے ناظم اعلی کے دست وبازو بن گئے، ۱۹۷۸ء میں آپ کو وکیل الجامعہ بنایا گیا، جس کے لئے ڈاکٹر صاحب بہت ہی مناسب شخصیت ثابت ہوئے، عرب دنیا سے ربط مضبوط کرنے میں ڈاکٹر صاحب نے اہم رول ادا کیا ہے، عربی میں خط وکتابت کے لئے ڈاکٹر صاحب خود اپنے ہاتھ سے خط ٹائپ کرتے تھے، یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا، جب میں نے جامعہ میں ۱۹۹۴ء میں کمپیوٹر لگایا، اس کے بعد سے ڈاکٹر صاحب کو آسانی ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ میں نے کئی سفر کئے ہیں، دوتین بار سعودیہ کا سفر کیا ہے، اور امریکہ کے سفر میں بھی ہم دونوں ایک ساتھ تھے، ہمارے دوسرے ساتھی لوگ الگ الگ کمرہ میں رہتے تھے، مگر میں کوشش کرتا کہ ہم دونوں ایک ہی کمرہ میں رہیں، میں نے آپ کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور آپ کی قدر میرے دل میں سب سے زیادہ تھی، آپ میرے والد محترم کے بہت قریبی تھے یہ نسبت بھی میرے دل میں ہمیشہ رہی۔

کسی انسان کو اپنے قریبی سے جدائی پر جو صدمہ ہوتا ہے اس کو بیان کرنے کے لئے شاید کسی لغت میں الفاظ نہیں ہیں،

لوگ جذبات میں بہت کچھ لکھتے ہیں لیکن دل کے حال کی ترجمانی کے لئے صحیح الفاظ کا پانا مشکل ہے، میرے والد محترم کا جس وقت انتقال ہوا میں آپ کے پاس ہسپتال میں آپ کے سرہانے کچھ پڑھ رہا تھا، جب آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کی میں اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور قریب تھا کہ میں اپنے والد کے سینے سے لپٹ کر رو پڑتا، جیسے ہی میں آپ پر بے شعوری میں جھکا اللہ نے مجھے ہوش دیا، میں سیدھے آپ کی پیشانی پر گیا اور شاید یہ زندگی کا پہلا و آخری بوسہ تھا جو میں نے اپنے والد محترم کو دیا تھا، آپ کی جدائی کا احساس کئی مہینوں تک مجھے ستاتا رہا، والد صاحب کے بعد اگر کسی کی وفات نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا تو وہ شیخ ابن باز کی وفات کی خبر تھی، آپ سے کئی بار میں ملا ہوں، آپ کے ساتھ حج بھی کیا، ان ایام میں میں نے شیخ کو بہت قریب سے پڑھا، اور آپ کی میرے دل میں بہت قدر تھی، آپ کے علم وتقوی سے میں بہت متاثر تھا، جس وقت آپ کی وفات کی خبر ریڈیو پر سنا، میری آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے اور ایسا لگا کہ میرا محبوب مجھ سے رخصت ہو گیا اور دنیا خالی ہوگئی، ان سے عقیدت صرف اس لئے تھی کہ وہ صحیح معنی میں اللہ والے تھے اور نیک کاموں میں ان کی خدمات بے پایاں تھیں۔

ہمارے استاد مولانا محمد رئیس ندوی صاحب رحمہ اللہ ہمارے جامعہ میں علم حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے، ان کو مولانا شمس الحق صاحب کے بعد جامعہ کا مفتی بنایا گیا، مولانا شمس الحق صاحب سے پہلے مولانا آزاد رحمانی صاحب فتوی کا کام کرتے تھے، جن کی تحریر بہت اچھی تھی، مولانا محمد رئیس ندوی صاحب کا علم مستحضر تھا، میں نے بھی چند بار آپ سے مسئلہ دریافت کیا تو مجھے آپ کی علمی تبحر کا احساس ہوا، آپ کی تحریر میں کبھی کبھی شدت پیدا ہو جاتی اور فریق مخالف کو براہ راست سخت الفاظ میں مخاطب کرتے جو مجھے ذاتی طور پر پسند نہ آتا، ان کی تحریر میں بہت سی علمی چیزیں ملیں گی مگر تکرار مطالعہ میں مخل ہوتا ہے۔ اللمحات کو عربی کرنے کا خیال آیا، میں نے اپنے ساتھی عزیر شمس سے مکہ مکرمہ حرم میں اس مسئلہ پر گفتگو کی اور یہ بہتر سمجھا گیا کہ پہلے تمام جلدوں کو ایک جلد میں مختصر کیا جائے پھر اس کو عربی کیا جائے تو بہتر ہوگا، اسی وقت ایک شخص کو اس کے لئے مکلّف کیا گیا مگر ابھی تک یہ کام نہ ہو سکا، اگر مکمل ہو جائے تو بہت مفید اور علمی کام ہے، ندوی صاحب ہر وقت لکھتے رہتے، لائبریری سے ان کو کتاب دی جاتی رہی، کئی سال پہلے کی بات ہے ندوی صاحب نے مجھ سے شکایت کی کہ مجھے کتاب نہیں مل رہی ہے، میں نے محفوظ لائبریرین سے پوچھا تو بتایا کہ ندوی صاحب کے پاس سے کوئی کتاب اپنی اصلی حالت پر واپس نہیں آتی اور پرانی بوسیدہ کتابیں بالکل خراب ہو جائیں گی، پھر بھی میں نے تاکید کی اور ندوی صاحب سے بھی کہا کہ جو بھی کتاب چاہئے آپ کو دی جائے گی، بہت بوسیدہ کتابوں کے لئے میں نے لگایا کہ ایک صاحب آپ کے ساتھ رہیں جو دیکھنا ہو دیکھ لیں پھر اس کو واپس لے لیا جائے، کئی کتابیں آپ کی ضرورت کے مدنظر میں نے خریدوائی، آپ کے لئے میری تاکید تھی کہ جو بھی طلب کریں فراہم کیا جائے گا، کسی کسی کو کتاب کی حفاظت کے مدنظر اعتراض ہوتا، میں کہتا کتاب کس کام کے لئے ہے، اگر اس سے استفادہ نہ ہو تو بیکار ہے۔

آپ کو ہر تصنیف پر جامعہ سے تنخواہ کے علاوہ معاوضہ بھی دیا گیا، جبکہ ہمارے ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری صاحب نے

کبھی معاوضہ نہیں لیا ہے، اللمحات کی پانچویں جلد کے لئے بھی کئی کتابوں کی ضرورت پیش آئی میں نے اس کو منگایا بھی، مگر مجھے سخت افسوس ہوا کہ کتاب مکمل ہونے کے بعد ندوی صاحب نے اس کتاب کو کہیں دوسری جگہ دے دیا، کتاب کو جامعہ میں کمپوز کرا کر پروف دیکھنے کے لئے ندوی صاحب کو دیا گیا تھا، سنا ہے کہ ندوی صاحب نے کسی کو چھاپنے کے لئے دے دیا ہے۔

ندوی صاحب کتاب خود بھی خریدتے اور لوگوں سے اس کا مطالبہ بھی کرتے، آپ کے پاس ایک اچھی خاص تعداد کتابوں کی جمع ہوگئی تھی، ادھر چند سالوں سے جب آپ نے درس وتدریس کا کام چھوڑ دیا تھا، ایک دو سال طلبہ کو آپ کے کمرہ میں پڑھنے کے لئے بھیجا جاتا تھا، مگر جب طلبہ کی تعداد کلاس میں زیادہ ہوگئی تو مجبوراً یہ سلسلہ بند کرنا پڑا، اب آپ کے ذمہ صرف تصنیف کا کام تھا، کمزوری میں اضافہ ہونے پر یہ کام بھی بند ہوگیا، اس دوران میں نے ندوی صاحب سے آپ کی کتابوں کے بارے میں پوچھا کہ آپ کے بعد اس سے کون مستفید ہوگا، میں نے خواہش ظاہر کی کہ اس خزینہ کو جامعہ کی لائبریری میں دے دیجئے، سنٹرل لائبریری میں ایک حصہ آپ کی لائبریری کا رہے گا، اگر معاوضہ چاہیں تو اس کے لئے بھی میں تیار ہوں، مگر آپ تذبذب میں تھے، آپ کی اہلیہ صاحبہ اندر سے میری بات سن رہی تھیں، انہوں نے میری بات کی تائید کی اور زور سے کہا کہ ناظم صاحب میں بھی چاہتی ہوں کہ یہ کتاب جامعہ میں ہی دی جائیں، پیسہ کی بات نہیں ہے، ایک روز میں نے دیکھا کہ جہاں کتابوں کا انبار لگا رہتا تھا سب خالی ہے، میں نے پوچھا ندوی صاحب کتابیں کیا ہوئیں، بولے کہ کچھ کر نہیں سکتا اس لئے بٹوا دیا ہے، مجھے سخت صدمہ ہوا کہ یہ کتابیں کسی کو دے دی گئی ہیں اور وہ سب جامعہ سے جا چکی ہیں۔

آج بہت سے لوگ جامعہ اور مدارس کے منتظمین پر علماء کی بے قدری کا الزام لگاتے ہیں، ہوسکتا ہے کچھ ایسے لوگ ہوں، پہلے دور میں علماء کی جیسی عزت ہوتی تھی آج وہ قدر نہیں کی جاتی، پہلے کے علماء خوددار ہوا کرتے تھے، وہ علم کی خدمت وطلبہ کی تربیت ایک منصبی فریضہ سمجھ کر کرتے تھے، مگر آج اس کا فقدان نظر آرہا ہے، الا ماشاء اللہ، ہر شخص جانتا ہے کہ مولانا محمد رئیس ندوی رحمہ اللہ عرصہ سے جامعہ میں بیمار تھے، جب ان کے علاج میں اخراجات بڑھے، تو انہوں نے مجھ سے اس کا ذکر کیا، میں نے آپ سے کہا کہ ندوی صاحب علاج میں کوتاہی نہ کریں، پورا علاج میرے ذمہ رہے گا، میں نے مولوی نورالہدی کو لگایا کہ ندوی صاحب سے کوئی پیسہ نہیں لیں گے، ڈاکٹر کی فیس اور پوری دوا کا پیسہ میں برابر دیتا رہا، لیکن مجھے اس وقت تکلیف ہوئی جب یہ معلوم ہوا کہ ندوی صاحب کو کئی اور لوگ علاج کا پیسہ دے رہے ہیں، میں نے اس کا تذکرہ آپ سے کیا کہ اس سے جامعہ کی بدنامی ہوگی، مگر اس کے بعد بھی ایک بڑی رقم میں نے آپ کو پہنچائی، کسی صاحب نے آپ کو علاج کے لئے آپ کی طلب پر بھیجا تھا، ادھر جب جب ہسپتال گئے میں نے خرچہ دیا، آخری سفر میں اخراجات کے علاوہ آپ کا کفن بھی میں نے ہی دیا تھا، لیکن جب انتقال کے بعد آپ کے بارے میں کچھ لوگوں نے لکھنا شروع کیا اور جامعہ اور اس کے منتظمین کو ہدف ملامت بنایا اور اس میں خود ہمارے جامعہ کے بعض فارغین شامل ہیں، جو لاعلمی میں دور سے بیٹھے اس کی برائی میں کچھ نہ

کچھ لکھتے رہتے ہیں تو مجھے دل برداشتہ ہوکر یہ چند باتیں تحریر کرنی پڑیں، لوگ مجھے مجلّات وجرائد لاکر دکھاتے، میں کہتا اللہ سب کچھ جانتا ہے کہ جامعہ نے کیا کیا ہے، میں ایسی باتوں کو عوام میں لانے کا قائل نہیں ہوں، اور شریعت کا حکم بھی ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کی ستر پوشی کریں، اللہ تعالی ایسے لکھنے والوں اور ایسے علماء پر رحم فرمائے۔

ہمارے استاد اور جامعہ سلفیہ کے صدر محترم ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ اپنی صحت کے بارے میں بہت محتاط تھے، گذشتہ رمضان میں وہ مئو میں تھے، اس سال جامعہ ۷؍شوال سے کھلا، ڈاکٹر صاحب کچھ اپنی نجی ضرورت کے پیش نظر دیر سے جامعہ پہنچے، جامعہ آنے کے بعد تین چار روز وہ اپنی رہائش گاہ سے نیچے نہیں اترے، معلوم کرنے پر پتہ لگا کہ طبیعت ناساز ہے، میں ۱۴؍تاریخ کو ان کی رہائش گاہ پر خیریت معلوم کرنے گیا، بتایا کہ کوئی خاص بات نہیں ہے، بائیں طرف پسلی و پیٹھ میں درد ہے اور کچھ تنفس کی شکایت ہے، پوچھا علاج کیا کر رہے ہیں، کہا کہ ڈاکٹر آر این باجپائی کا علاج چل رہا ہے، نمونیہ بتا رہے ہیں، ڈاکٹر صاحب کی طبیعت دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ نمونیہ نہیں ہے، میں نے آپ سے کہا کہ ٹھیک ہے علاج کیجئے مگر میں چاہتا ہوں کہ کسی دوسرے ڈاکٹر سے بھی مشورہ کیا جائے، بہرحال میں اسی روز آپ کو ایک دوسرے ڈاکٹر کے پاس لے کر گیا، ڈاکٹر نے دیکھ کر کچھ جانچ کرانے کو لکھا اور تین دن کی دوا لکھی، جب ازہری صاحب باہر چلے گئے تو میں نے ڈاکٹر سے نمونیہ کے بارے میں پوچھا تو بتایا کہ نمونیہ ہرگز نہیں ہے، مجھے کینسر کا خطرہ لگ رہا ہے، آپ کے پیٹ میں اپنڈکس کے قریب اندر گانٹھ بن چکی تھی، بنارس میں خون و الٹرا ساؤنڈ کرانے کے بعد مزید چیک اپ اور علاج کے لئے ہم لوگوں نے آپ کو ۱۸؍اکتوبر کو بذریعہ ہوائی جہاز دہلی بھیجا اور بترا ہسپتال میں بھرتی کرایا، اتوار کا دن تھا مگر ہسپتال کے مالک کی ہدایت پر اسی روز ڈاکٹر نے دیکھا، جانچ شروع ہوئی، اس دوران آپ کو کئی بوتل خون بھی چڑھانا پڑا، جب میں آپ سے ۲۵و۲۶؍اکتوبر کو بترا ہسپتال میں ملا تو آپ کو تکلیف تھی اور کمزوری ظاہر ہو رہی تھی، جامعہ کے مسائل پر آپ سے گفتگو بھی ہوئی، یہ وہم و گمان میں بھی نہیں آ رہا تھا کہ اس قدر جلد ڈاکٹر صاحب ہم کو داغ مفارقت دے جائیں گے، ہم اللہ کے فیصلہ پر راضی ہیں، ڈاکٹر صاحب چلے گئے، جامعہ کے ایک دور کا خاتمہ ہوگیا۔

ڈاکٹر صاحب کی شخصیت عالمی شہرت یافتہ شخصیت تھی، آپ عالم بھی تھے، ادیب بھی تھے، مورخ بھی تھے اور خطبہ بھی دیتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ منتظم بھی تھے، ایک بار آپ نے مجھے ایک سند دکھائی جو سعودیہ کی طرف سے صوت الامۃ کی بہترین ایڈیٹری پر آپ کو دی گئی تھی، یہ آپ کے اچھے صحافی ہونے کا اعتراف تھا۔ ۱۱؍مئی ۱۹۹۳ء کو جب آپ کو راشٹر پتی بھون میں صدر جمہوریہ ڈاکٹر شنکر دیال شرما کے ذریعہ اشوکا ہال میں صدارتی ایوارڈ سے نوازا گیا تو اس وقت میں بھی آپ کے ساتھ موجود تھا، کتنا اچھا لگ رہا تھا، آپ کے ساتھ دو آدمیوں کو پاس دیا گیا تھا، ڈاکٹر صاحب مجھے اپنے ساتھ لے کر گئے تھے، ڈاکٹر صاحب کی بیش بہا علمی تصنیفات، ترجمے اور کتابوں پر تبصرے، آپ کی باوقار علمی شخصیت کے غماز ہیں، ۲۰۰۳ء میں جب امریکہ کا سفر ہوا اور جامعہ سے مجھے منتخب کیا گیا تو میں نے ڈاکٹر صاحب سے ساتھ چلنے کو کہا، ہر ادارہ سے صرف ایک ہی شخص کو

لیا گیا تھا مگر ہم لوگوں کے اصرار پر دو آدمی ساتھ گئے، اس سفر کی نسبت سے بھی ہمارے بھائیوں نے طرح طرح کی موشگافیاں کی ہیں اور لکھا ہے جو حقیقت سے بہت دور ہے، یہ وقت اس کے تذکرہ کا نہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے بہت سی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت کی، جامعہ کے اندر جتنے اہم اور بڑے پروگرام ہوئے سب میں ڈاکٹر صاحب کا عظیم حصہ ہے، جماعت کی آخری دونوں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنسوں میں آپ ہی صدر مجلس استقبالیہ رہے، ہمارے یہاں جلسوں اور مدرسہ کے سالانہ پروگراموں میں ہماری خواہش رہتی کہ ڈاکٹر صاحب ہی صدارت فرمائیں، اس سال اتحاد ابناء السّلفیہ کا سالانہ دو روزہ اجلاس ہونا تھا، اتحاد والے علماء کی لسٹ لیکر میرے پاس آئے اور صدارت کے لئے ڈاکٹر صاحب کا نام لیا میں نے کہا بہتر ہے، جب ڈاکٹر صاحب کے مرض کی اطلاع ان کو پہنچی، میرے پاس آئے، کہا کیا کیا جائے، نام بدل دیا جائے، میں نے کہا نہیں جیسے چھپ رہا ہے اسی طرح چھاپئے، حالانکہ مجھے خطرہ کا پورا احساس ہو چکا تھا، میری اہلیہ بھی اسی مرض میں اللہ کو پیاری ہو چکی ہیں اور بھی میں نے کئی مریضوں کو دیکھا ہے، یہ مرض جب معلوم ہوتا ہے تو بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے، یہ جلسہ اس روز ہونا تھا جس وقت ہم لوگ ڈاکٹر صاحب کی قبر پر اپنے دونوں ہاتھ سے مٹی ڈال رہے تھے، انسان کتنا عاجز و لاچار ہے، دنیا کی تمام ایجادات اور سائنس کی ترقی اس مقام پر بے وقعت معلوم ہوتی ہے، ہم کسی کو ایک لمحہ کے لئے روک نہیں سکتے، کاش انسان اپنی حقیقت کو سمجھتا، اگر اس کو سمجھنے لگے تو جماعت و مدارس میں رونما ہونے والے اختلافات کافور ہو جائیں، آج اقتدار کی لڑائی نے ہم کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کر دیا ہے، داؤ پیچ میں کسی کو بدنام کریں کسی کی عزت سے کھیلیں..................

اقتدار والے اپنے اقتدار میں گم ہیں، ان کو کسی کے مشورہ کا پاس نہیں، ہمیں جو کرنا ہے کریں گے، اب تو اقتدار اور کرسی کو باقی رکھنے کا گر بھی آ گیا ہے، جس کو مخالف پاؤ اس کو باہر کرو، اپنی تعریف لکھواؤ اور اس کو چھاپو، آج دنیا میں ترقی اور نیک نامی اسی کا نام ہے۔

ہمارے ڈاکٹر صاحب اس سے مختلف تھے، ہم لوگ چارٹرم سے آپ کو صدارت قبول کرنے کے لئے کہہ رہے تھے، یہ منصب صاحب منصب کے لئے ہے، آپ کی یہی سوچ تھی، آج وہ ہم میں نہیں رہے، یہ منصب پھر خالی ہو گیا، آپ کی تدفین کے بعد سنیچر کو میں نے جامعہ کے تمام اساتذہ کرام کو اکٹھا کیا، سب کے سامنے حالات کو پیش کیا، سب سے ہماری درخواست ہے کہ جامعہ کے لئے باصلاحیت افراد کو ڈھونڈھو، اللہ تعالیٰ کوئی سبیل پیدا کرے گا، ان شاءاللہ، یہ جامعہ سلفیہ جس جذبہ سے قائم کیا گیا ہے، آج پھر تجدید کی ضرورت ہے، اب ہم ایک دوسرے دور میں داخل ہو چکے ہیں، السابقون الاولون کے آخری کڑی تھے ڈاکٹر صاحب۔ اب اس وقت جامعہ میں سب سے بزرگ شخصیت جس کی ہے اس نے جامعہ کے افتتاحی پروگرام میں جامعہ میں زانوئے تلمذ تہ کیا ہے۔ اب جامعہ اپنے پودوں کی خود آبیاری کر رہا ہے۔ باغباں سب چلے گئے، ایک دور ختم ہو گیا۔

☆☆☆

ذبح کے احکام وآداب

مولانا ابوضیا نعیم الدین مدنی
استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

قال الله تعالیٰ:" وفدينا ه بذبح عظيم"۔ (۱)

اللہ کے نام پر ذبح کرنا ایسی عبادت ہے جو تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ کی رضا جوئی اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنے بیٹے کو ذبح کرنا چاہا تو اپنے لخت جگر سے کہا:''يا بني إني أرىٰ في المنام أني أذبحك فانظر ماذا ترى'' (۲)یعنی اے لخت جگر میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تو تمہاری کیا رائے ہے؟

سعادت مند بیٹے نے جواب دیا''يا أبت افعل ما تؤمر ستجدني إن شاء الله من الصابرين''(۳) ابوجان آپ کو جو حکم دیا گیا ہے وہ کر گذریئے ان شاء اللہ ہمیں آپ صبر کرنے والا پائیں گے،تو جب باپ اور بیٹے تابع فرماں ہو گئے اور ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کرنے کے لئے اپنے بیٹے کو پچھاڑا تو اللہ نے آواز دی'' أن يا إبراهيم قد صدقت الرؤيا إنا كذلك نجزي المحسنين''(۴) کہ اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا،ہم ایسے ہی احسان کرنے والوں کو بدلا دیتے ہیں۔ پھر ہم نے ایک عظیم جانور فدیہ کے طور پر دیا جسے اللہ کے راہ میں قربان کر دیا گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو بھی گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ارشاد باری ہے:"وإذ قال موسىٰ لقومه إ ن الله يأمر كم أن تذبحوا بقرة....."(۵)اور یاد کیجئے اس وقت کو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:"حرمت عليكم الميتة..... وما أكل السبع إلا ما ذكيتم...."(۶)تم پر حرام کر دیا گیا مردہ جانور اور خون اور سور کا گوشت اور جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے اور جس کا گلا گھونٹ دیا گیا ہو اور جو چوٹ کھانے سے مر گیا ہو،اور جو اوپر سے گر کر مر گیا ہو،اور جو کسی جانور کے سینگ مارنے سے مر گیا ہو،اور جسے درندہ نے کھا لیا ہو(ان میں سے) سوائے اس کے جسے تم نے (مرنے سے پہلے) ذبح کر لیا ہو۔

وقال النبی ﷺ " إن الله كتب الاحسان على كل شئ، فاذا قتلتم فاحسنوا القتلة وإذا ذبحتم فاحسنوا الذبحة وليحد احدكم شفرته وليرح ذبيحته۔ (۷)

(۱)سورۃ الصافات:۱۰۷۔ (۲)الصافات:۱۰۲۔ (۳)الصافات:۱۰۲۔
(۴)الصافات:۱۰۵۔ (۵)سورۃ البقرۃ:۶۷۔ (۶)سورۃ المائدۃ:۳۔
(۷)صحیح مسلم ج:۱۳ ص:۱۰۶۔

اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے احسان کو ہر چیز پر فرض کردیا ہے تو جب تم قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو، تمہیں اپنی چھری کو تیز کرلینی چاہئے اور اپنے ذبیحہ (ذبح کئے جانے والے جانور) کو آرام پہونچانا چاہئے۔

مذکورہ بالا نصوص سے ذبح کی مشروعیت اور اس کی اہمیت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اونٹ، گائے، بکری اور دنبہ وغیرہ کی جو قربانی کی جاتی ہے اسے اسی نیت سے کرنا ضروری ہے جیسا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ آیئے ہم دیکھیں کہ ذبح اور نحر کا مشروع طریقہ کیا ہے؟

ذبح کے اصول:

ذبح شرعی کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) أهلية المذكي: یعنی ذبح کرنے والا ذبح کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ تو مسلمان عاقل، بالغ، اور مرد کے اہل ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے قول:........ إلا ما ذكيتم'' کے مخاطب مسلمان، عاقل، بالغ، مرد ہیں، البتہ اہل کتاب، عورت اور صبی ممیّز (باشعور بچہ) کی اہلیت کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، اسے بالاختصار دلائل کے ساتھ ذکر کردینا مناسب سمجھتا ہوں۔

اهل کتاب کا ذبیحه:

اہل کتاب کا ذبیحہ جمہور علماء کے نزدیک حلال ہے اور شیعہ کے نزدیک حلال نہیں ہے۔ جمہور علماء کے دلائل حسب ذیل ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم وطعامكم حل لهم''(۸) یعنی اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔

حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباس نے اس کی تفسیر یوں بیان فرمائی ہے: '' طعامهم ذبائحهم''(۹) یعنی ان کے کھانے سے مراد ان کے ذبح کئے ہوئے جانور ہیں۔

۲- عن أنس أن يهوديا دعا النبى ﷺ إلى خبز شعير وإهالة سنخة فأجابه۔ (۱۰)

یعنی حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت نے نبی کریم ﷺ کو جو کی روٹی اور بدمزہ سالن کی دعوت دی تو آپ نے اسے قبول فرمایا۔

۳- عن عبدالله بن المغفل قال كنا محاصرين قصر خيبر فرمى إنسان بجراب فيه شحم فنذرت لآخذه فالتفت فاذا النبى ﷺ فاستحييت منه۔ (۱۱)

یعنی عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے انھوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ خیبر کے قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نے چربی سے پُر چمڑے کی ایک تھیلی پھینکی تو میں اسے لینے کے لئے دوڑ پڑا تو اچانک نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر شرما گیا۔

اور یہ چربی اہل کتاب کے ذبیحہ ہی کی ہوگی اور آپ ﷺ نے اسے کھانے سے منع نہیں فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے۔

---

(۸) سورۃ المائدۃ:۳۔ (۹) صحیح بخاری مع الفتح ج:۹ص:۶۹۴۔ (۱۰) صحیح بخاری ج:۳ ص:١٤٤ باب ماجاء فى الرهن۔
(۱۱) صحیح بخاری ج:۷ ص:٨٠ باب ذبائح أهل الكتاب و شحومه۔

۴- عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: لما فتحت خيبر أهديت للنبی ﷺ شاة فيها سم..... (۱۲)
یعنی حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو نبی کریم ﷺ کو ایک زہر آلود بکری ھدیہ کے طور پر دی گئی اور آپ نے اسے قبول فرمایا۔

۵- عن أنس بن مالك رضی الله عنه أن إمراة يهودية أتت رسول الله ﷺ بشاة مسمومة فأكل منها...... (۱۳)
یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت زہر آلود بکری لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی تو آپ نے اس میں سے تناول فرمایا.......۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رقمطراز ہیں:

ومن المعلوم أن حل ذبائحهم و نساء هم ثبت بالكتاب والسنة والاجماع فمن أنكر ذلك فقد خالف إجماع المسلمين۔ (۱۴)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات بالکل معلوم ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں کا حلال ہونا کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ تو جو اس کا انکار کرے اس نے اجماع مسلمین کی مخالفت کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے اس میں شک وشبہہ کی گنجائش نہیں ہے۔

خواتین کے ھاتھوں قربانی کا حکم:

کیا عورت اپنے ہاتھوں سے جانور ذبح کرسکتی ہے؟ اس سلسلے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ کچھ مالکی اور شافعی علماء کے نزدیک عورت کے ہاتھ کا ذبیحہ مکروہ ہے، لیکن حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ میں سے جمہور فقہاء کے نزدیک عورت کا ذبیحہ حلال ہے، ان کی دلیلیں حسب ذیل ہیں:

۱- قوله تعالىٰ: " حرمت عليكم الميتة.....وما أكل السبع إلا ما ذكتيم "۔ (۱۵) یعنی جس جانور کو ذبح کیا گیا ہو اس کا کھانا مباح ہے۔ عام ازیں کہ ذبح کرنے والا مرد ہو یا عورت اس لئے کہ تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

امام بخاریؒ نے ''باب ذبيحة الأمة والمرأة'' صحیح بخاری میں ترجمۃ الباب قائم کیا ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حجر العسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس باب کے ذریعہ ان لوگوں کے رد کی طرف اشارہ ہے جو عورتوں کے ہاتھوں قربانی کرنا مکروہ سمجھتے ہیں۔ (۱۶)

اس باب کے تحت امام بخاریؒ درج ذیل دو حدیثیں لائے ہیں:

۱- عن إبن كعب بن مالك عن ابيه ان امراة ذبحت شاة بحجر فسئل النبی ﷺ عن ذلك فأمر بأكلها۔ (۱۷)

(۱۲)صحيح بخاری ج:٤ ص:٧٩ باب جواز الاكل من طعام الغنيمة فی دارالحرب۔
(۱۳)سنن أبی داؤد ج:٢ ص:٤٨١ باب فيمن سقی رجلا سما إذا طعمه فمات أيقاد منه۔
(۱۴)فتاوی شيخ الاسلام ابن تيمية ج:٣٥ ص:٢٣٢۔ (۱۵)سورة المائدة: ۵۔ (۱۶)فتح الباری ج:۹ص:۵۷۴۔
(۱۷)صحيح البخاری مع الفتح ج:٩ص:٥٤٧۔

یعنی کعب بن مالک سے روایت ہے کہ ایک عورت نے ایک پتھر سے ایک بکری ذبح کیا تو اس کے بارے میں جب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ نے اسے کھانے کا حکم دیا۔

۲- عن معاذ بن سعد اوسعد بن معاذ اخبره ان جارية لكعب بن مالك كانت ترعى غنما بسلع فأصيبت شاة منها فادركتها فذبحتها بحجر فسئل النبی ﷺ فقال كلوها۔ (۱۸)

یعنی حضرت معاذ بن سعد یا سعد بن معاذ سے روایت ہے کہ انھوں نے بتایا کہ کعب بن مالک کی ایک لونڈی سلع پہاڑی پر بکریاں چراتی تھی، تو ان میں سے ایک بکری گر پڑی جسے اس نے پالیا اور ایک پتھر سے اسے ذبح کیا تو نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اسے کھاؤ۔

امام ابن ماجہ نے بھی'' باب ذبيحة المراة'' قائم کیا ہے اور اس کے تحت کعب بن مالک کی لونڈی والی حدیث ذکر کی ہے۔(۱۹)

'' أمر أبو موسیٰ بناته أن يضحين بأيديهن ''(۲۰) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اپنی لڑکیوں کو ان کی قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔

ان سب دلیلوں سے ثابت ہوا کہ عورت اپنے ہاتھ سے قربانی کرسکتی ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں ہے۔

صبی ممیز (باشعور بچہ) کے ذبیحہ کا حکم:

اس کے بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

۱- علامہ ابن حزم اور بعض مالکیہ کے نزدیک نابالغ لڑکے کا ذبیحہ حرام ہے، اس کا کھانا ناجائز ہے۔(۲۱) ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

الف: قوله تعالیٰ:...... إلا ما ذكيتم'' کے مخاطب بالغ ہیں نابالغ بچے اس کے مخاطب نہیں ہیں۔

ب: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا'' أما علمت أن القلم رفع عن المجنون حتى يفيق و عن الصبى حتى يدرك وعن النائم حتى يستيقظ ''(۲۲)

یعنی کیا آپ نہیں جانتے ہیں کہ مجنون مرفوع القلم ہے یہاں تک کہ اسے افاقہ ہوجائے اور بچہ مرفوع القلم ہے یہاں تک کہ وہ ادراک کرنے لگے اور سونے والا مرفوع القلم ہے یہاں تک کہ وہ بیدار ہوجائے۔

استدلال اس طرح ہے کہ بچہ جب مرفوع القلم ہے تو وہ مکلّف نہیں ہے اور جب غیر مکلّف ہے تو اس کا ذبح کرنا صحیح نہیں ہے۔

۲- حنفیہ، شافعیہ، حنابلہ اور بعض مالکیہ کے نزدیک اگر بچہ سن تمیز کو پہونچ گیا ہو بسم اللہ کہنا جانتا ہو اور ذبح کرسکتا ہو تو اس کا ذبیحہ حلال ہے۔(۲۳)

(۱۸)صحيح البخاری مع الفتح ج:۹ ص:۵۴۷۔ (۱۹)سنن ابن ماجہ ج:۲ ص:۱۰۶۲۔
(۲۰) صحیح بخاری مع الفتح ج:۱۰ ص:۲۳۔ (۲۱)المحلی ج:۷ ص:۴۵۷۔
(۲۲)صحيح البخاری ج:۸ ص:۱۳۸ باب لا يرجم المجنون والمجنونة۔
(۲۳)احکام الذبائح واللحوم المستوردۃ ص:۱۲۷۔

دلیلیں درج ذیل ہیں:

الف: إنما الاعمال بالنیات..... (۲۴) یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

ب: مروا أبناء کم بالصلوة بسبع واضربوهم علیها بعشر وفرقوا بینهم فی المضاجع۔ (۲۵)

یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لڑکے جب سات سال کے ہوجائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس سال کے ہوجائیں تو انہیں نماز ترک کرنے پر مارو اور ان کے بستر الگ الگ کردو۔

صبی ممیز بھی عبادت کی نیت کرسکتا ہے اور نماز بھی عبادت ہے جیسے سات ہی سال کے بچے کو پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور دس سال پر نہ پڑھنے پر مارنے کا حکم موجود ہے جب کہ قطعی طور پر وہ مکلّف نہیں ہے لیکن اگر وہ عبادت کرتا ہے تو اس کی عبادت درست ہے۔ ایسے ہی اللہ کے نام پر ذبح کرنا بھی عبادت ہے تو اگر وہ ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ حلال اور درست ہے۔

(۲) آلہ ذبح: دانت اور ناخون کے علاوہ ہر دھاردار چیز سے ذبح کرنا جائز ہے جس سے خون بہہ جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' ما أنهر الدم وذکر اسم الله علیه فکل لیس السن والظفر ''(۲۶)

یعنی جو چیز خون کو بہادے اور اس پہ اللہ کا نام لیا گیا ہو تو کھاؤ سوائے دانت اور ناخون کے۔

(۳) قطع الحلقوم: یعنی گلا، نرخرا اور گردن کی ان دو رگوں کو کاٹنا ضروری ہے جو غصے کے وقت پھول جاتی ہیں، حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا'' نهی الرسول الله ﷺ عن شریطة الشیطان وهی التی تذبح فیقطع الجلد ولا تفری الأوداج ''(۲۷)

کہ رسول اللہ ﷺ نے ''شریطۃ الشیطان'' سے منع فرمایا ہے اور ''شریطۃ الشیطان'' یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت چمڑا کاٹا جائے اور گردن کی رگوں کو نہ کاٹا جائے۔

نیز فرمایا:''إذا هریق الدم وقطع الودج فکل ''(۲۸) یعنی جب خون بہایا جائے اور گردن کی رگ کاٹ دیا جائے تو کھاؤ۔

۴- تسمیة: ذبح کرنے کے لئے ہاتھ کو حرکت دیتے ہوئے بسم اللہ کہنا ارشاد ربانی ہے:'' ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم الله علیه ''(۲۹) اور اس جانور کے گوشت کو نہ کھاؤ جس پہ اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ نیز فرمایا:''فکلوا مما ذکر اسم الله علیه'' (۳۰) اس جانور کے کو کھاؤ جس پہ اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

اگر ان چاروں شرطوں میں سے کوئی بھی شرط نہیں پائی گئی تو ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔

ذبح کی سنتیں:

وہ اصول جو ذبح کے لئے سنن کا درجہ رکھتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۲۴)صحیح البخاری مع الفتح ج۱ ص:۱۱ باب بدء الوحی۔

(۲۵)سنن أبی داؤد مع عون المعبود ج:۱ ص:۱۸۵۔

(۲۶)صحیح البخاری ج:۷ ص:۸۰، صحیح مسلم ج:۱۳ ص:۱۲۳ باب ما أنهرالدم من القصب والمروه والحدید۔

(۲۷) سنن أبی داود ج:۲ ص:۹۳۔ (۲۸)سنن سعید بن منصور ج:۳۔

(۲۹)سورۃ الانعام:۱۲۱۔ (۳۰)سورۃ الانعام:۱۱۸۔

۳،۲- چھری تیز ہو اور خوب طاقت سے اسے چلا جائے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:" وليحد أحدكم شفرته و ليرح ذبيحته"۔ (۳۱) یعنی تمہیں اپنی چھری تیز کر لینی چاہئے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہونچانا چاہئے۔

۴،۳- چھری ایسی جگہ تیز کیا جائے جہاں جانور دیکھ نہ سکے اور ذبح کرتے وقت دوسرے جانور اسے نہ دیکھ سکیں۔ "أمر رسول الله ﷺ بحد الشفار وأن توارى عن البهائم۔" (۳۲)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے چھری تیز کرنے اور جانور سے اسے چھپانے کا حکم دیا ہے۔

۵- **جانور کو قبلہ رو کرنا**: اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بھی ذبح کیا ہے تو جانور کو قبلہ رخ کر کے ذبح کیا ہے۔

۶- جانور کی روح نکلنے کے بعد ہی چمڑا اتارا جائے اور اس کا گوشت کاٹا جائے۔" عن أبي هريرة قال بعث رسول الله ﷺ بديل بن ورقاء الخزاعى على جمل أورق "یعنی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بدیل بن ورقاء خزاعی کو خاکستری رنگ کے اونٹ پر سوار کر کے منی کے راستوں میں یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا: خبردار! حلق اور لبہ میں ذبح کرو، خبردار! روح نکلنے سے پہلے ہی جلد بازی سے کام نہ لو، اور ایام منی کھانے پینے کے دن ہیں "يصيح فى فجاج منى ألا أن الزكاة فى الحلق واللبة ألا لا تعجلوا الانفلس قبل أن تزهق، وأيام منى أيام أكل وشرب" (۳۳)

جانور کے لٹانے کی کیفیت:

اس بات پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ گائے، بکری، دنبہ بھیڑ، اور خصی وغیرہ کو بائیں کروٹ لٹایا جائے تا کہ ذبح کرنے والا داہنے ہاتھ سے چھری اور بائیں ہاتھ سے جانور کے سر کو بہ سہولت پکڑ سکے۔ جانور کو بائیں پہلو لٹانے سے ہمارے یہاں اس کا سر جنوب میں، دم شمال میں، پیر مغرب کی جانب رہیں گے اور ذبح کرنے والا مشرق کی جانب کھڑا قبلہ رو ہو کر جانور کے داہنے کندھے پر قدم رکھ کر کھڑے کھڑے قدرے جھک کر گلے پر چھری چلائے گا۔"عن أنس قال ضحى رسول الله ﷺ بكشين أملحين أقرنين ذبحهما بيده وسمى وكبر قال رأيته واضعا قدمه على صفاحهما ويقول: بسم الله الله أكبر" (۳۴)

یعنی حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سفید سیاہ رنگ والے دو مینڈھے سینگ والے قربان کیا اور اپنے ہاتھ سے انہیں ذبح کیا اور بسم اللہ اللہ اکبر کہا، راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا درانحالیکہ آپ اپنا قدم ان کے کندھے پر رکھے ہوئے تھے اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ رہے تھے۔

وعن أنس أن النبى ﷺ ضحى بكبشين أقرنين أملحين يذبح ويكبر ويسمى ويضع رجله على صفحتها۔ (۳۵)

یعنی حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دو مینڈھے سینگ والے سفید سیاہ رنگ والے قربان کئے اس حال میں کہ آپ ذبح کر رہے تھے اللہ اکبر اور بسم اللہ کہہ رہے تھے اور اپنے قدم کو اسکے کندھے پر رکھے ہوئے تھے۔

(۳۱)صحيح مسلم ج:۱۳ ص:۱۰۶۔
(۳۲)صحيح الترغيب والترهيب، ج:۱ ص:۶۳۱۔
(۳۳)دار قطنى ج:٤ ص:۲۸۳۔
(۳۴)صحيح البخارى ج:۱۷ ص:۸۹ باب التكبير عند الذبح۔
(۳۵)صحيح مسلم ج:۱۳ ص:۱۲۰۔

نحر کرنے کا طریقہ:

نحر نام ہے گردن کے نیچے کے لبہ کو کاٹ دینا۔اس کی کیفیت حضرت جابر اور ابن عمر کی زبانی سماعت فرمائیں:''عن جابر أن النبی ﷺ وأصحابه کانوا ینحرون البدنة معقولة الیسری قائمة علی مابقی من قوائمها''۔ (۳۶)

حضرت جابر کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام اونٹ کے بائیں پاؤں کو باندھ کر باقی تین پاؤں پر کھڑا کرکے نحر کرتے تھے۔

وعن زیاد بن جبیر أن ابن عمر أتی علی رجل وهو ینحر بدنته بارکة فقال ابعثها قیاما مقیدة سنة نبیکم ﷺ۔ (۳۷)

یعنی زیاد بن جبیر کہتے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر ایک شخص کے پاس آئے اس حال میں وہ اپنا اونٹ بٹھا کر نحر کر رہا تھا تو عبداللہ بن عمر نے کہا''اسے کھڑا کرکے باندھ کر نحر کرو،یہی محمد ﷺ کی سنت ہے''۔

اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا:

بخاری ومسلم کی متعدد روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دست مبارک سے قربانی کیا کرتے تھے،ان میں سے چند حدیثیں درج ذیل ہیں:

۱- عن أنس قال ضحی رسول الله ﷺ بکبشین أملحین أقرنین ذبحهما بیده وسمی وکبر..... (۳۸)

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے سفید سیاہ رنگ والے دو مینڈھے سینگ والے قربان کیا اور انھیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور بسم اللہ اور اللہ اکبر کہا.........

۲- عن جابر قال ذبح رسول الله ﷺ عن عائشة بقرة یوم النحر۔ (۳۹)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کی جانب سے یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) کو ایک گائے ذبح کیا۔

۳- عن أنس قال'' ونحر النبی ﷺ بیده سبع بدن قیاما۔ (۴۰)

حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے سات اونٹوں کو کھڑا کرکے نحر کیا۔

۴- عن ابن عمر قال کان رسول اله ﷺ یذبح و ینحر بالمصلی ۔ (۴۱)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ عیدگاہ میں ذبح اور نحر کرتے تھے۔

(۳۶)سنن أبی داود مع عون المعبود ج:۲ ص:۸۳۔ (۳۷)صحیح مسلم ج:۹ص:۶۹۔

(۳۸)صحیح البخاری ج:۲۷ ص:۸۹ وصحیح مسلم ج:۱۳ ص:۱۱۹۔

(۳۹)صحیح مسلم ج:۹ ص:۶۹۔

(۴۰)صحیح البخاری مع فتح الباری ج:۳ ص:۷۰۴، باب نحر البدن قائما۔

(۴۱)رواہ البخاری، مشکوۃ مع مرعاۃ ج:۵ ص:۴۳۔

۵- ....ثم انصرف إلى المنحر فنحر بيده ثلاثا و ستين و أمر عليا فنحر ما غبر يقول ما بقى۔(۴۲)
یعنی پھر رسول اللہ ﷺ قربان گاہ تشریف لائے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے ۶۳ اونٹوں کا نحر کیا اور جو جانور بچے انہیں حضرت علیؓ کو حکم دیا تو انہوں نے نے بقیہ اونٹوں کو نحر کیا۔

لہذا آپ کی امت پر حسب استطاعت آپ کی سنت کی تعمیل ضروری ہے اور اپنے ہاتھ سے قربانی کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔

قربانی کرنے میں نیابت:

قربانی کا ذبح کرنا عبادت ہے اور اپنی عبادت خود کرنا افضل ہے، اگر چہ یہ عبادت دوسروں کے ذریعہ بھی کی جاسکتی ہے، اسکے دلائل حسب ذیل ہیں:

۱- عن جابر قال ذبح رسول الله ﷺ عن عائشة بقرة يوم النحر۔ (۴۳)
یعنی حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کی طرف سے یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) کو ایک گائے ذبح کیا۔

۲- ....ثم انصرف إلى المنحر فنحر بيده ثلاثا ستين و أمر عليا فنحر ما غبر يقول ما بقى ۔ (۴۴)
یعنی پھر رسول اللہ ﷺ قربان گاہ آئے اور آپ نے اپنے دست مبارک سے ۶۳/ اونٹوں کو نحر کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انھوں نے بقیہ اونٹوں کو نحر کیا۔

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ ذبح کرنے میں نیابت جائز و درست ہے۔

ذبح کے وقت کی مسنون دعائیں:

رسول اللہ ﷺ سے ذبح کے وقت ثابت شدہ کچھ دعائیں حوالوں کے ساتھ نقل کی جاتی ہیں:

۱- ذبح کرتے وقت ''بسم الله والله اکبر'' کہنا۔

عن أنس قال ضحى رسول الله ﷺ بكبشين أملحين أقرنين ذبحهما بيده و سمى وكبر قال: رأيته واضعا قدمه على صفاحهما ويقول : بسم الله والله اكبر"۔ (۴۵)
یعنی حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے سفید سیاہ رنگ والے دو مینڈھے سینگدار قربان کیا، اور انھیں اپنے دست مبارک سے ذبح فرمایا اور بسم اللہ اور اللہ اکبر۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا اس حال میں کہ آپ اپنا قدم ان کے کندھوں پر رکھے ہوئے تھے اور بسم اللہ واللہ اکبر کہہ رہے تھے۔

۲- ذبح کرتے وقت ''بسم الله الله اکبر'' کہنا۔

عن أنس قال ضحى رسول الله ﷺ بكبشين أملحين..... ويقول بسم الله الله اكبر۔ (۴۶)
یعنی رسول اللہ ﷺ نے بسم اللہ اللہ اکبر کہتے ہوئے دو سفید سیاہ رنگ والے مینڈھوں کو قربان کیا۔

(۴۲)سنن أبو داود مع عون المعبود ج:۲ ص:۱۳۰۔ (۴۳)صحيح مسلم ج:۹ ص:۶۹۔
(۴۴)سنن أبى داود مع عون المعبود ج:۲ ص:۱۳۰۔ (۴۵)متفق عليه، مشكوة المصابيح مع المرعاة ج:۲ ص:۷٤۔
(۴۶)صحيح البخارى ج:۷ ص:۸۹، باب التكبير عندالذبح۔

۳- ذبح کرتے وقت بسم الله اللهم تقبل من فلان کہنا۔

عن عائشة ؓ أن رسول الله ﷺ أمر بكبش.........فقال لها يا عائشة هلمى المدية ثم أشحذيها، بحجر ففعلت ثم أخذها وأخذ الكبش فاضجعه ثم ذبحه ثم قال : بسم الله اللهم تقبل من محمد و آل محمد ومن أمة محمد ثم ضحى به۔ (۴۷)

یعنی حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مینڈھا لانے کا حکم دیا.........تو حضرت عائشہ سے کہا کہ اے عائشہ چھری لاؤ پھر اسے پتھر پہ تیز کرو تو حضرت عائشہ نے تیز کردیا، پھر آپ ﷺ نے چھری اور مینڈھے کو لیا اور مینڈھے کو لٹایا پھر ذبح کیا اور آپ ﷺ نے ''بسم الله اللهم تقبل من محمدو آل محمد و من امة محمد'' پڑھا پھر اسکی قربانی کی۔

۴- ذبح کرتے وقت صرف بسم اللہ کہنا۔

عن الأسود بن قيس حدثنى جندب بن سفيان قال شهدت الأضحى مع رسول الله ﷺ ......فقال من كان ذبح أضحيته قبل أن يصلى أو نصلى فليذبح مكانها أخرى ومن كان لم يذبح فليذبح باسم الله۔ (۴۸)

یعنی اسود بن قیس کا بیان ہے کہ مجھ سے جندب بن سفیان نے حدیث بیان کی کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عیدالاضحیٰ میں موجود تھا.......تو آپ نے فرمایا کہ جس نے اپنی قربانی نماز پڑھنے سے پہلے یا میرے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کیا اسے اس کے بدلے دوسری قربانی کرنی چاہئے، اور جس نے قربانی نہ کی ہو اسے ''بسم اللہ'' کہہ کر ذبح کرنا چاہئے۔

۵- ذبح کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل دعائیں پڑھنا چاہئے:

إنى وجهت وجهى للذى فطر السموات والارض على ملة إبراهيم حنيفا وما أنا من المشركين، إن صلاتى ونسكى ومحياى ومماتى لله رب العالمين، لاشريك له وبذلك أمرت وأنا من المسلمين، اللهم منك ولك عن .... بسم الله والله اكبر۔ (۴۹)

اس کے بعد جانور کو ذبح کرے۔

اس حدیث کے بارے میں شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ قمطراز ہیں:

وفى إسناده عندهم محمد بن إسحاق وقد صرح بالتحديث فى روايته عن يزيد بن أبي حبيب عند أحمد وفيه ايجا أبو عياش المعافري المصرى قال الحافظ فى التقريب: مقبول۔ (۵۰)

یعنی اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق ہیں (جو مدلس راوی ہیں اور مدلس راوی اگر تحدیث کے صیغہ سے بیان کرے تو قابل قبول ہے)۔

اور مسند احمد میں محمد بن اسحاق نے یزید بن حبیب سے روایت کرنے میں تحدیث کے صیغہ کی صراحت کی ہے، اور اس کی سند میں ابو عیاش المعافری المصری بھی ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حجر العسقلانیؒ نے ''تقریب التہذیب'' میں ''مقبول'' کہا ہے۔

شیخ الحدیث صاحب کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت بھی قابل عمل ہے۔ واللہ أعلم بالصواب وعلمہ أتم۔ ☆☆

(۴۷)صحيح مسلم ج:۱۳ ص:۱۲۲۔ (۴۸)صحيح مسلم ج:۱۳ ص:۱۰۹۔

(۴۹)رواه أحمد وأبوداؤد وابن ماجه والدارمى، مشكوة مع المرعاة ج:۵ص:۹۲۔ (۵۰)مرعاة المفاتيح ج:۵ص:۹۲۔

حج کے سلسلے میں عورتوں کے مخصوص مسائل واحکام

(۲) مولانا اسعد اعظمی/ استاذ جامعہ سلفیہ

حیض ونفاس کے مسائل

اعمال حج میں عورتوں کے لئے ان کی ماہواری کا خون جسے حیض کہا جاتا ہے یا زچگی کے موقعہ پر آنے والا خون جسے نفاس کہا جاتا ہے انتہائی پریشان کن اور حیران کن ہوتا ہے، کیونکہ ایسے مواقع پر عام طور پر عورتوں کو یہ علم نہیں رہتا کہ انہیں کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے، ان کا حج اور عمرہ کیسے ادا ہوگا، اور جملہ مناسک کی مکمل طور سے وہ کیسے ادائیگی کریں گی۔ ان احکام ومسائل سے لاعلمی کے ساتھ ساتھ عورتیں شرم وحیا کی وجہ سے دوسروں سے دریافت بھی نہیں کیا کرتیں۔ حالانکہ یہ دونوں چیزیں درست نہیں۔ جیسا کہ شروع میں تذکرہ ہو چکا ہے۔ ان مسائل کو یہاں ہم قدرے تفصیل سے مگر سہل انداز میں بیان کرنے کی حتی الوسع کوشش کریں گے تاکہ حج وعمرہ کے لئے جانے والی عورتیں ان مسائل سے آگاہی حاصل کرسکیں اور کسی الجھن اور تذبذب کا شکار نہ رہیں۔

حیض ونفاس کا خون عورتوں کے لئے ایک فطری امر ہے جس سے دنیا کی ہر عورت دوچار ہوتی ہے اس لئے شریعت نے اس کے احکام ومسائل کو اچھی طرح واضح کردیا ہے حج وعمرہ کے تعلق سے عورتوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ نبی کریم ﷺ نے ۱۰ھ میں اپنی ازواج مطہرات اور اپنے صحابہ کرام کے ساتھ جو حج کیا تھا اس حج میں حیض ونفاس دونوں کے مسائل پیش آئے تھے چنانچہ آپ کے حج کی تفصیل میں جو مشہور روایت آئی ہے اس میں ہے کہ ”جب ہم ذوالحلیفہ کے مقام پر پہونچے تو اسماء بنت عمیسؓ نے محمد بن ابوبکر کو جنم دیا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کے پاس کسی کو بھیج کر یہ پوچھا کہ اب کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: غسل کرو اور شرم گاہ پر کپڑا باندھ کر احرام کی نیت کرلو“۔(۱)

ایسے ہی ایک روایت میں یہ بھی ہے:

آٹھویں ذی الحجہ کو نبی کریم ﷺ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں آپ نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ کہیں حیض تو نہیں آگیا انہوں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا: یہ ایک فطری چیز ہے جو اللہ نے تمام عورتوں پر عائد کی

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۲۱۸

ہے،اب تم وہ سب ارکان ادا کرو جو دوسرے حاجی ادا کریں صرف بیت اللہ کا طواف نہ کرنا جب تک پاک نہ ہو جاؤ۔(۱)

معلوم ہوا کہ عہد نبوی میں بلکہ حجۃ الوداع کے موقع پر یہ مسائل پیش آ چکے ہیں اور آپ نے ان کے تعلق سے شرعی احکام کی وضاحت بھی کر دی ہے۔

حج سے متعلق تمام کتابوں، کتابچوں اور پمفلٹوں وغیرہ میں حج کی تینوں قسموں افراد، قرآن اور تمتع کے بارے میں تفصیل سے لکھا رہتا ہے۔ اور ہر ایک کے احکام ومسائل بیان ہوتے ہیں۔ اور ہندوستان وغیرہ سے جو لوگ حج کے لئے جاتے ہیں وہ بالعموم حج تمتع کرتے ہیں البتہ جو لوگ سعودیہ یا آس پاس کے ممالک میں مقیم ہوتے ہیں وہ حج قِران یا حج اِفراد کا بھی احرام باندھتے ہیں۔

حج افراد یا حج قران کا احرام باندھنے والی عورتوں کو حیض کا مسئلہ درپیش ہو تو زیادہ پریشانی نہیں ہوتی۔ کیونکہ ابتدا میں اصل مشکل طواف بیت اللہ کی ہوتی ہے اور حج افراد میں اگر حاجی سیدھے منیٰ پہونچ جائے تو بھی کوئی حرج کی بات نہیں۔ البتہ اگر مکہ جاتا ہے تو اسے طواف قدوم کرنا چاہئے لیکن حیض والی عورت سے عذر کی وجہ سے طواف قدوم ساقط ہو جاتا ہے، اور اس پر طواف افاضہ کے علاوہ کوئی دوسرا طواف واجب ہی نہیں ہوتا۔

اسی طرح حج قِران میں بھی ایک طواف کافی ہوتا ہے، جو طواف افاضہ کے طور پر ادا کیا جاتا ہے حیض کی حالت میں ہونے کی وجہ سے حج قران والی عورت پر بھی طواف قدوم نہیں ہے۔ لہذا حج قران کا احرام باندھنے والی عورت مکہ پہونچنے پر اگر حالت حیض میں ہے تو طواف وغیرہ کئے بغیر اپنے احرام میں برقرار رہتے ہوئے اسی حالت میں آٹھویں ذی الحجہ کو حج کے لئے منیٰ روانہ ہو جائے گی، ہاں منیٰ روانگی سے قبل وہ پاک ہو جائے تو غسل کرکے عمرہ کے ارکان ادا کرلے گی مگر حج قران میں ہونے کی وجہ سے وہ احرام نہ کھولے گی بلکہ اسی احرام میں حج میں چلی جائے گی۔

حج تمتع کا احرام باندھنے والی عورتوں کے تعلق سے کچھ مسائل زیادہ توضیح طلب ہیں اس لئے سطور ذیل میں عورتوں کو پیش آنے والی ممکنہ صورتوں کا ذکر کرکے شرعی حکم کی وضاحت کی جارہی ہے۔

پہلی صورت:

اگر احرام باندھنے کے وقت عورت کو حیض یا نفاس کا خون آرہا ہو تو دیگر عازمین حج کی طرح وہ بھی تمام کام کرے گی۔ مثلاً ضرورت ہو تو غیر ضروری بالوں کی صفائی کرے گی اور ناخن تراشے گی تاکہ احرام میں جب کہ اس کے لئے یہ کام ممنوع ہوں اس کو ان کی ضرورت نہ پیش آئے، اسی طرح وہ غسل بھی کرے گی اور احرام کے کپڑے پہن کر میقات پہنچنے پر احرام کی

(۱) صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۹۴

نیت کرے گی اور عمرہ کی نیت کرے گی، ہاں جس طرح اور دنوں میں اسے حیض کے مخصوص ایام میں نماز پڑھنا منع ہے، مسجد میں داخل ہونا منع ہے، قرآن چھونا منع ہے تو یہ تمام احکام بحالت احرام باقی رہیں گے، اس طرح جب وہ عورت مکہ پہونچ جائے اور ابھی اس کا خون بند نہ ہوا ہو تو بیت اللہ کا طواف اور دیگر ارکان عمرہ ادانہیں کرے گی۔

اب اگر آٹھویں ذی الحجہ تک یعنی حج کے لئے منیٰ روانگی سے قبل وہ پاک ہوگئی تو غسل کر کے طواف وسعی کرے گی، اپنے بال کاٹے گی اور عمرہ کا احرام کھول دے گی اگر حج تمتع کی نیت کیا ہے، پھر اس کے بعد حسب معمول دوسرے حجاج کی طرح حج کا احرام باندھ کر منیٰ کے لئے روانہ ہوگی۔ البتہ اگر وہ چاہے تو احرام نہ کھولے اور اسی احرام سے حج میں داخل ہو جائے، اور تمتع کے بجائے حج قران کرے، ایسی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب حج کے ایام بالکل آپہونچے ہوں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''نفاس اور حیض والی عورتیں جب میقات پر پہونچیں گی تو غسل کریں گی، احرام باندھیں گی اور طواف بیت اللہ کے علاوہ تمام مناسک ادا کریں گی، البتہ طواف اس وقت کریں گی جب کہ پاک ہوجائیں۔(۱)

اور حضرت اسماء بنت عمیس جنہیں نفاس کے خون کا معاملہ درپیش تھا اللہ کے رسول نے انہیں ہدایت دی تھی کہ:

''غسل کرلو اور شرم گاہ پر کپڑا باندھ کر احرام کی نیت کرلو''۔(۲)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ احرام باندھنے کے لئے طہارت شرط نہیں ہے، بعض عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ حالت حیض میں احرام نہیں باندھا جائے گا تا آنکہ پاکی نہ آجائے، یا یہ کہ اگر احرام کی حالت میں حیض کا خون جاری ہوجائے تو احرام کا حکم ختم ہوجاتا ہے اور ان کے اوپر سے پابندیاں ہٹ جاتی ہیں جو دیگر محرمین پر ہوتی ہیں، مثلا: ناخن اور بال وغیرہ کاٹنا، خوشبو لگانا وغیرہ وغیرہ حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ حالت حیض ونفاس میں احرام بھی باندھا جائے گا اور ممنوعات احرام سے اجتناب بھی کیا جائے گا جیسا کہ مذکورہ روایتوں سے ثابت ہوتا ہے۔

دوسری صورت:

اس سلسلے کی دوسری صورت یہ پیش آتی ہے کہ احرام باندھتے وقت تو عورت پاکی کی حالت میں تھی، لیکن احرام باندھنے کے بعد اور مسجد حرام پہونچنے سے قبل حیض کا خون جاری ہوگیا تو ایسی عورت کے لئے بھی وہی حکم ہے جو اوپر مذکور ہوا یعنی وہ اپنے احرام میں باقی رہے گی مگر یہ کہ طواف اور عمرہ کے دیگر ارکان نہیں ادا کرے گی جب تک کہ پاک نہ ہوجائے۔

(۱) سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۱۷۴۴، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۹۴۵

(۲) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۲۱۸

تیسری صورت:

اگر عورت کو احرام باندھتے وقت حیض کا خون جاری ہو مگر مکہ پہونچنے کے بعد یعنی عمرہ کے لئے جانے سے قبل اس کا خون بند ہو گیا تو وہ غسل کر کے دیگر حجاج کی طرح طواف وغیرہ کرے گی۔

چوتھی صورت:

جن عازمین حج کو شروع کی فلائٹوں سے حج کے لئے جانا ہوتا ہے انہیں مکہ پہونچنے اور عمرہ وغیرہ سے فارغ ہو لینے پر دو تین روز کے بعد مدینہ بھیج دیا جاتا ہے جہاں وہ لوگ آٹھ دس روز قیام کر کے پھر مکہ واپس آتے ہیں، ایسے لوگوں کو ایک عمرہ کا اور موقع مل جاتا ہے کیونکہ مکہ کے لئے مدینہ سے نکلنے پر ذوالحلیفہ نامی میقات پڑتی ہے جہاں سے حج وعمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے اگر کسی عورت کو جو بحالت حیض مکہ پہونچی تھی عمرہ ادا کرنے کا موقع نہ ملا اور اسے مدینہ جانا ہوا تو ظاہر ہے کہ وہ اب بھی اپنے احرام میں باقی ہے لہذا وہ اپنے رفقاء سفر کے ساتھ جب مکہ واپس ہوگی تو عمرہ کرے گی اگر پاک ہو چکی ہو، ذوالحلیفہ کی میقات پر اسے دوبارہ احرام باندھنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ وہ پہلے ہی سے احرام کی حالت میں ہے۔

البتہ اگر کوئی عورت پاکی کی حالت میں مکہ آکر ارکان عمرہ سے فارغ ہو کر احرام کھول چکی ہو اور مدینہ پہونچنے کے بعد اسے حیض کا خون شروع ہو گیا ہو تو ذوالحلیفہ سے دوبارہ عمرہ کا احرام باندھتے وقت اس کا حکم اسی تفصیل کے ساتھ ہے جو پہلی، دوسری، اور تیسری صورت میں ذکر ہوا۔

پانچویں صورت:

عورت اپنے ملک سے یا مدینہ سے واپسی کے وقت پاک حالت میں بحالت احرام مکہ پہونچی، بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی، لیکن ابھی صفا اور مروہ کی سعی نہیں کیا تھا کہ اسے حیض کا خون جاری ہو گیا، ایسی عورت کے بارے میں یہ حکم ہے کہ صفا مروہ کی سعی اسی حالت میں کر سکتی ہے اور اس کے بعد بال کاٹ کر اپنے عمرہ کا احرام کھول لے گی کیونکہ جمہور علماء کے نزدیک سعی کے لئے طہارت شرط نہیں، نیز یہ کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عائشہ اور اسماء بنت عمیس وغیرہما کو اس تعلق سے جو ہدایت دی تھی اس میں صرف طواف بیت اللہ سے منع کیا تھا۔

نیز حضرت عائشہ وام سلمہ سے ایک روایت ان الفاظ سے آئی ہے:

''اگر عورت بیت اللہ کا طواف کر لے اور دو رکعت نماز پڑھ لے پھر اسے دم حیض آجائے تو اسے صفا ومروہ کی سعی کر لینی چاہئے''۔(۱)

(۱) رواہ سعید بن منصور، اس سلسلے میں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: "تحفة خواتين ص: ۹۷-۹۸، اردو ترجمہ: "تنبيهات على أحكام تختص بالمومنات" از ڈاکٹر صالح الفوزان، اور فقه السنة للسيد سابق ۶۴۱/۱

تنبیہ

یہاں یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ جب سعی کے لئے طہارت شرط نہیں تو حائضہ عورت جسے طواف سے پہلے ہی حیض کا خون آگیا ہو اسے سعی کر لینی چاہئے ، بعد میں طہارت کے بعد طواف کرلے گی ، ایسا سوچنا صحیح نہیں ہے کیونکہ سعی طواف کے بعد ہی ہوتی ہے بغیر طواف کے سعی نہیں ۔(۱)

تنبیہ

ایسی عورت جو بحالت مذکور صفا مروہ کی سعی کرے گی اسے کافی احتیاط سے کام لینا ہوگا اور اپنی شرمگاہ پر کپڑا وغیرہ اچھی طرح باندھ لینا ہوگا تاکہ سعی کے دوران اس کا خون زمین وغیرہ پر نہ لگ جائے ۔

تنبیہ

پانچویں صورت کے تحت اوپر جو حکم مذکور ہوا اس میں وہ عورت بھی شامل ہوگی جسے طواف افاضہ (یعنی دسویں ذی الحجہ یا اس کے بعد کیا جانے والا طواف) کرنے کے بعد اور سعی کرنے سے پہلے حیض کا خون آجائے ۔

چھٹی صورت :

جو عورت بحالت حیض مکہ پہنچی اور عمرہ کی ادائیگی نہ کرسکی یہاں تک کہ آٹھویں ذی الحجہ آگئی اور وہ اب بھی پاک نہ ہوسکی تو اس روز مکہ میں اپنی قیام گاہ سے وہ عورت حج کا احرام باندھ لے یعنی اسی احرام میں حج کی نیت کرلے، اور سب لوگوں کے ساتھ منیٰ چلی جائے ، اس طرح وہ قارنہ ہوجائے گی یعنی اب اس کا حج ، حج تمتع نہیں رہا بلکہ حج قران میں بدل گیا ، یہ عورت عام حاجیوں کی طرح سب کام کرے گی مثلا: عرفات اور مزدلفہ کا وقوف، منیٰ میں رات گزارنا، کنکری مارنا اور قربانی کا جانور ذبح کرنا ، البتہ طواف بیت اللہ نہیں کرے گی ، بلکہ جب حیض سے پاک ہوجائے تو بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کرے ، اس وقت ایک طواف اور ایک ہی سعی اس کے حج اور عمرہ دونوں کے لئے کافی ہوگی ۔(۲)

کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ سے فرمایا:

’’تیرا بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی حج اور عمرہ دونوں کے لئے کافی ہے‘‘ ۔(۳)

نوٹ: جس عورت کو اس طرح کا واقعہ پیش آئے اور حج سے پہلے وہ عمرہ نہیں کرسکی ہو تب بھی اس کے حج کے اعمال مکمل ہوگئے

(۱) اس سلسلے میں بھی تفصیل کے لئے ’’تحفۂ خواتین ص: ۹۳-۹۷ کی طرف مراجعت مفید ہوگی ۔
(۲) ملاحظہ ہو: "التحقيق والايضاح للشيخ ابن باز : ص۷۷-۷۸
(۳) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۲۱۱

،البتہ ایسی عورت اگر چاہے کہ حج سے فراغت کے بعد تنعیم یعنی مسجد عائشہ جاکر عمرہ کا احرام باندھے اور مکہ آکر عمرہ کرے تو یہ اس کے لئے جائز ہے، کیونکہ حضرت عائشہؓ نے جب اللہ کے رسول سے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ لوگ تو حج اور عمرہ دونوں کرکے جارہے ہیں کیا میں صرف حج ہی کرکے چلی جاؤں گی؟ تو اللہ کے رسول نے حضرت عائشہ کے بھائی حضرت عبد الرحمٰن بن ابوبکر سے کہا کہ ان کے ساتھ مقام تنعیم چلے جائیں، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہاں سے احرام باندھ کر عمرہ کیا۔(۱)

لیکن واضح رہے کہ یہ رخصت زیادہ سے زیادہ اس قسم کی عورتوں کے لئے مخصوص ہوگی، اس وقت عوام میں چھوٹے عمرہ کے نام سے وہ بھی بہ تکرار عمرہ کرنے کی جو رسم چل پڑی ہے وہ مذکورہ رخصت سے کسی طرح میل نہیں کھاتی۔

علامہ ابن القیم لکھتے ہیں کہ ''نہ تو نبی ﷺ نے اور نہ ہی آپ کے ساتھ حج کرنے والوں میں سے کسی اور نے مکہ سے (تنعیم کی طرف) نکل کر عمرہ کیا سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے''۔(۲)

ساتویں صورت:

عورت نے پاکی کی حالت میں عمرہ کا احرام باندھا، خواہ اپنے ملک سے آتے وقت یا مدینہ سے واپسی کے وقت، اور پاکی ہی کی حالت میں پورا عمرہ ادا کرکے احرام کھول دیا، پھر آٹھویں ذی الحجہ کو منیٰ کے لئے روانگی سے قبل کسی بھی وقت یا کسی بھی دن اسے خون جاری ہوگیا۔

ایسی عورت کے لئے وہی حکم ہے جو پہلی صورت کے تحت مذکور ہوا یعنی دیگر حجاج کی طرح اسے سب کچھ کرنا ہے، مثلا غسل کرنا، احرام باندھنا، حج کی نیت کرنا، اس کے بعد پھر منیٰ جانا، منیٰ سے عرفات جانا، عرفات سے مزدلفہ اور مزدلفہ سے واپس منیٰ آکر کنکری مارنا، قربانی کرانا، بال کاٹنا، اس کے بعد احرام کھول کر تحلل اول کرلینا۔ البتہ جب تک پاک نہ ہوجائے طواف افاضہ نہیں کرے گی، اور جب تک طواف افاضہ نہیں کرے گی وہ پورے طور پر حلال نہیں ہوگی یعنی اس کا شوہر اس سے قربت نہیں کرسکتا بھلے شوہر طواف افاضہ کرکے تحلل اکبر حاصل کرچکا ہو یہ تمام احکام اسی حدیث سے مترشح ہیں جس میں آپ ﷺ نے حضرت عائشہ وغیرہا سے کہا تھا کہ ''حجاج جو کچھ کریں وہ کرنا ہے سوائے طواف بیت اللہ کے''۔

آٹھویں صورت:

اوپر ذکر کی ہوئی صورت میں جب کہ عورت ناپاکی کی وجہ سے طواف افاضہ نہیں کرپائی ہے اس کے بعد کی صورت حال دیکھی جائے گی۔

(۱) بخاری، حدیث نمبر:۱۷۸۵ (۲) زادالمعاد:۲/۱۷۵

اگر اسے اتنا موقع ہے کہ ابھی مکہ میں قیام کرسکتی ہے اور پا کی آنے پر طواف افاضہ کرسکتی ہے تو اس کے لئے جائز ہے کہ جب بھی اسے پا کی حاصل ہوجائے غسل کر کے طواف وسعی کرے اگر چہ بارہویں تیرہویں ذی الحجہ کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔

لیکن اگر اسے مکہ میں قیام کرنے کا موقع نہیں، اس طور پر کہ اسے اب اپنے ملک سفر کا وقت آگیا ہے اور اب بھی وہ پاک نہیں ہوئی ہے، یا یہ کہ اسے مدینہ جانا ہے جہاں سے وہ مکہ واپس نہیں آسکتی بلکہ مدینہ ہی سے اپنے ملک کی طرف سفر کرنا ضروری ہے، تو ایسی صورت میں عورت کیا کرے گی؟

ایسی صورت میں عورت یا اس کے رفیق سفر حتی المقدور اس بات کی کوشش کریں کہ سفر کو اتنا مؤخر کرلیں کہ پا کی آجائے اور طواف افاضہ کیا جاسکے۔

لیکن اس طرح کی کوششیں عام طور سے کامیاب نہیں ہو پاتیں کیوں کہ دنیا بھر سے آئے ہوئے حجاج کی واپسی کا نظم وضبط پہلے سے متعین ومحدود رہتا ہے اور اس طرح کی تبدیلیوں سے بہت سارے مسائل پیدا ہوجاتے ہیں جن کے بارے میں عام لوگ نہیں سوچ سکتے، البتہ اگر سفر مدینہ کی طرف ہو اور حاجی اس بات پر آمادہ ہو کہ مدینہ میں ۸/ یا ۱۰/ دن قیام کرنے کے بجائے ۳/۴ روز قیام کر کے وقت مقررہ پر وہاں سے روانہ ہوجائے گا تو ایسی صورت میں شاید معلم کوئی گنجائش نکال دے اور ایسے شخص کے لئے دو چار دن مزید مکہ میں مقیم رہنے کا موقع دے۔

چونکہ طواف افاضہ ارکان حج میں سے ایک عظیم رکن ہے جسے چھوڑا نہیں جاسکتا دوسری طرف سفر کی مجبوری بھی ہے جس میں کسی قسم کی تبدیلی بھی بس میں نہیں۔ اس لئے علماء کی ایک جماعت نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ایسی مجبوری کی صورت میں عورت اپنی شرمگاہ پر اچھی طرح سے کپڑا وغیرہ باندھ کر طواف افاضہ کرے گی اور اپنے رفقائے سفر کے ساتھ روانہ ہوجائے گی۔ اور ایسا کرنے سے اس پر کوئی فدیہ وغیرہ بھی واجب نہ ہوگا۔

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ سے پوچھا گیا ایک فتویٰ اور اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

سوال: بلاشبہ طواف افاضہ حج کا ایک رکن ہے اگر وقت کی تنگی کی وجہ سے حائضہ اسے ترک کردے اور طہر کے انتظار کے لئے وقت کافی نہیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس پر اور اس کے سرپرست پر انتظار کرنا واجب ہے تا آنکہ وہ پاک ہوجائے اور طواف افاضہ کرے، کیونکہ جب نبی کریم ﷺ سے کہا گیا کہ ام المؤمنین حضرت صفیہؓ حائضہ ہوگئی ہیں تو آپ نے کہا تھا "أحابستناهي" کیا وہ ہم کو روکنے والی ہیں؟ اور جب آپ کو بتایا گیا کہ وہ طواف افاضہ کرچکی ہیں تو آپ نے فرمایا: "انفروا" کوچ کرو۔(۱)

(۱) صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۷۵۷، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۲۱۱

لیکن اگر اس کو انتظار کرنا ممکن نہ ہو اور طواف کے لئے مکہ واپس آسکتی ہو تو اس کے لئے سفر کرنا جائز ہے، پھر وہ پاک ہونے کے بعد طواف کرنے کے لئے دوبارہ آئے گی لیکن اگر اس کے لئے دوبارہ آنا ممکن نہ ہو اور اس کو اندیشہ ہو کہ یہ اس سے نہ ہو سکے گا مثلاً مکہ مکرمہ سے دور دراز ملکوں کے باشندے جیسے مراکش اور انڈونیشیا وغیرہ کے لوگ ہیں تو صحیح قول کے مطابق اس کے لئے جائز ہے کہ خون کا بچاؤ کر کے حج کی نیت سے طواف کرلے یہ اس کے لئے کافی ہوگا۔

اہل علم کی ایک جماعت جس میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور آپ کے شاگرد علامہ ابن القیم بھی ہیں اور دوسرے علماء کی یہی رائے ہے۔(۱) (شیخ ابن باز)

اس فتوے کے تفصیلی دلائل کے لئے شیخ عبداللہ بن زید آل محمود، رئیس المحاکم الشرعیہ والشؤون الدینیہ بدولۃ قطر کے ''مجموعہ رسائل'' صفحہ ۵۹۵ تا ۶۰۰ اور فقه النساء لعطیه خمیس ص ۴۴۵ تا ۴۴۸ کی طرف رجوع کرنا مناسب ہوگا۔

نوٹ: بعض علماء نے ایسی صورت پر بطور فدیہ ایک جانور کی قربانی واجب کی ہے، مگر شیخ الاسلام ابن تیمیہ وغیرہ نے صراحت کی ہے کہ اس عورت پر فدیہ نہیں۔(۲)

نوٹ: ایسی مجبوری کی حالت میں جب عورت طواف کا ارادہ کرے تو اس کے لئے بہتر ہے کہ غسل کرلے جس طرح احرام باندھتے وقت غسل کیا جاتا ہے۔(۳)

نویں صورت:

عورت تمام مناسک حج سے فارغ ہو چکی ہے اور اس کے سفر کا وقت آپہونچا ہے صرف طواف وداع کر کے روانہ ہونا تھا کہ اسے خون آگیا۔ ایسی عورت سے طواف وداع ساقط ہو جاتا ہے لہذا وہ بلا تردد سفر کرلے، اس میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ اوپر حضرت صفیہ کے قصہ میں گزرا کہ نبی کریم ﷺ کو جب یہ بتلایا گیا کہ وہ تمام اعمال حج حتی کہ طواف افاضہ بھی کر چکی ہیں (صرف طواف وداع نہیں کیا ہے) تو آپ نے کوچ کرنے کا حکم دیا اور طواف وداع کے لئے پاک ہونے تک رکنے کے لئے نہیں کہا۔

نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

''لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ سب سے آخر میں طواف وداع کریں، لیکن حائضہ عورت کے لئے اس حکم میں تخفیف کر دی گئی''۔(۴)

ابن عباس ہی سے یہ حدیث بھی مروی ہے کہ:

---

(۱) فتاوی المرأۃ: ص ۷۶، وفتاوی برائے خواتین، ص: ۱۷۹-۱۸۰

(۲) فقہ النساء: ص ۴۴۵ (۳) ایضا

(۴) صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۷۵۵، صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۳۲۸

’’نبی ﷺ نے حائضہ عورت کے لئے رخصت دی ہے کہ اگر اس نے طواف افاضہ کرلیا ہو تو طواف وداع کئے بغیر ہی سفر پر روانہ ہوجائے‘‘۔(۱)

تنبیہ: حائضہ عورت کو اپنے مُحرم ہونے کا خیال رکھنا ضروری ہے:

اوپر ذکر کی گئی صورتوں میں جب عورت ناپاکی میں ہونے کی وجہ سے عمرہ یا افاضہ کا طواف وغیرہ نہ کرسکی ہو تو ایسی صورت میں اسے یہ یادرکھنا ہوگا کہ وہ ابھی احرام کی حالت میں باقی ہے۔لہذا جملہ ممنوعات احرام سے اسے پرہیز کرتے رہنا ہوگا مثلا بال وناخن کاٹنا، خوشبولگانا، دستانہ پہننا، چہرہ پر نقاب ڈالنا وغیرہ.

یہاں قابل توجہ چیز یہ ہے کہ عورت اگر اپنے شوہر کے ساتھ حج کررہی ہے اوراس کا شوہر عمرہ سے فارغ ہوکر احرام کھول چکا ہے مگر عورت اپنی مجبوری کی وجہ سے ابھی حالت احرام میں باقی ہے تو شوہر کو اس سے قربت، مجامعت، بوس وکنار، یا شہوت انگیز قول وفعل سے کلی طور پر پرہیز کرنا ہوگا کیونکہ شوہر کا احرام ختم ہوا ہے نہ کہ بیوی کا اور مذکورہ حرکات ممنوعات احرام میں سے ہیں۔

اگر کسی نے ان ممنوعات کا ارتکاب کیا تو ایسی صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟ اس کے لئے (فتاویٰ اللجنة الدائمه) سے درج ذیل سوال وجواب ملاحظہ فرمائیں:

سوال: ایک عورت نے عمرہ کا احرام باندھا اور پھر اسے حیض آگیا چنانچہ وہ طواف وسعی نہ کرسکی اور اپنے گھر واپس آگئی اور احرام بھی کھول دیا تو اس کے ذمہ کیا ہے؟ اور اگر احرام نہ کھولا ہو تو ایسی صورت میں اس کے ذمہ کیا ہے؟

جواب: اگر عورت کو عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد حیض آگیا اور طواف وسعی سے پہلے اس نے اپنا احرام کھول دیا، تو ایسی صورت میں دیکھا جائے گا، اگر عورت نے شرعی حکم سے واقفیت نہ رکھنے کی وجہ سے ایسا کیا ہے اوراس اثناء میں اس سے ہمبستری نہیں کی گئی ہے تو ایسی صورت میں عورت کو حیض ختم ہونے اور غسل جنابت جیسا غسل کرنے کے بعد اپنا عمرہ پورا کرنا ہوگا، چنانچہ وہ طواف اور سعی کرے گی اور اپنے بالوں کے کنارے کے حصے کاٹ کر حلال ہوجائے گی، ایسی صورت میں اس پر کوئی فدیہ وغیرہ نہیں ہے۔

البتہ اس اثناء میں اگر ہمبستری ہوئی ہو تو اس عورت کا عمرہ باطل ہوجائے گا، لیکن اس موجودہ عمرے کو بھی وہ طواف وسعی اور بال کاٹ کر پورا کرے گی، پھر اس باطل شدہ عمرہ کے بدلے ایک عمرہ کرے گی، اوراس پر ایک دم واجب ہوگا اور وہ یہ ہے کہ چھ ماہ یا اس سے بڑی بھیڑ یا ایک سال یا اس سے زائد کی ایک بکری جسے مکہ میں ذبح کرکے مکہ کے فقراء میں تقسیم کردیا جائے گا۔

البتہ اگر اس عورت نے اپنا احرام نہیں کھولا ہے تو (پاک ہونے پر) اس کو اپنا عمرہ پورا کرنا واجب ہے، پس وہ طواف وسعی کرے گی اور سر کے بالوں کے اطراف سے کچھ بال کاٹ کر اپنے عمرہ سے فارغ اور حلال ہوجائے گی، بہر حال حیض کی

(۱) احمد، حدیث نمبر: ۳۵۰۵

وجہ سے اس کا عمرہ باطل نہیں ہو جائے گا۔(۱)

اور یہی حکم اس عورت کے لئے بھی ہے جو حج کے ایام میں حیض سے دوچار ہونے کی وجہ سے طواف افاضہ نہیں کرسکی ہے اور بقیہ ارکان کی ادائیگی کرکے طواف کے لئے پاکی کا انتظار کررہی ہے، چنانچہ ڈاکٹر صالح الفوزان لکھتے ہیں:

''حائضہ عورت جب جمرہ عقبہ کی رمی کرلے اور سر کے بال کاٹ لے تو وہ احرام کھول دے گی، اب اس کے لئے وہ تمام اشیاء حلال ہوگئیں، جو احرام کی وجہ سے حرام تھیں سوائے شوہر کے کہ وہ شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی لہذا اس کے لئے جائز نہیں کہ طواف افاضہ سے پہلے شوہر کو جماع کا اختیار اور موقع دے، اس اثناء میں شوہر اگر اس سے جماع کرلے تو اس عورت پر فدیہ واجب ہوگا، اور وہ یہ ہے کہ مکہ میں ایک بکری ذبح کرکے حرم کے مساکین پر تقسیم کردے، کیوں کہ یہ کام تحلل اول کے بعد ہی واقع ہوگیا جب کہ یہ تحلل ثانی یعنی طواف افاضہ کے بعد جائز ہوتا''۔(۲)

حیض روکنے والی دواؤں کا استعمال

حیض کے خون کے جاری ہونے سے لاحق ہونے والی پریشانیوں سے بچنے کی خاطر اگر عورت چاہے تو دوا وغیرہ کا استعمال کرسکتی ہے، بازاروں میں ایسی دوائیں ملتی ہیں جن سے حیض کے خون کو وقتی طور پر روکا جاسکتا ہے عہد قدیم میں بھی اس طرح کی دواؤں اور حج وغیرہ میں حیض کی پریشانیوں سے بچنے کے لئے ان کے استعمال کا تذکرہ ملتا ہے، چنانچہ سعید بن منصور نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی عورت ایسی دوا خریدے جس سے اس کا حیض رک جائے تاکہ وہ طواف افاضہ کرسکے تو حضرت ابن عمر نے اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کیا اور ایسی عورتوں کے لئے آپ نے درخت اراک (کریر) کا پانی تجویز کیا۔ (۳)

البتہ اس قسم کی دواؤں کے استعمال میں عورتوں کو احتیاط سے کام لینا ہوگا اور کسی معتمد طبیب سے مشورہ کرنے کے بعد ہی اسے استعمال میں لایا جائے گا، تاکہ کسی قسم کی پریشانی نہ اٹھانا پڑے، اس سلسلے میں ایک استفتا اور اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

سوال: بازار میں کچھ ایسی دوائیں ملتی ہیں جن کے استعمال سے عورت کا حیض بند ہوجاتا ہے یا تاخیر سے آتا ہے، تو کیا حیض کے روکنے کے لئے ایام حج میں ان کا استعمال کرنا جائز ہے؟

جواب: ایام حج میں حیض کے خوف سے مانع حیض دواؤں کا استعمال جائز ہے، لیکن یہ دوا عورت کی سلامتی کے پیش نظر کسی ماہر ڈاکٹر کے مشورہ کے بعد ہوگا، نیز یہی حکم ہے اگر وہ لوگوں کے ساتھ رمضان المبارک کا روزہ رکھنا چاہے۔(۴) (من

(۱) فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ، فتوی نمبر ۲۲۵۲: ۵/۱/۱۳۹۹ھ، فتاوی تتعلق باحکام الحج ......ص: ۶۹-۷۰

(۲) تحفہ خواتین: ص ۱۰۰-۱۰۱ (۳) فقہ السنہ: ۱/۶۷۶ (۴) فتاویٰ المرأۃ: ص ۱۲۵

فتاوی اللجنة الدائمة)

اگر حج کے ایام قریب ہوں:

احرام باندھتے وقت اگر عورت حالت حیض میں ہو اور حج کے ایام قریب ہوں اور عورت کو یہ خدشہ ہو کہ حج سے پہلے پاک نہیں ہو پائے گی تو اسے چاہئے کہ حج تمتع کے بجائے حج افراد کی نیت سے احرام باندھے یا پھر قران کی نیت سے احرام باندھے، قران کی صورت میں بھی ایک ہی طواف حج وعمرہ دونوں کے لئے کافی ہوتا ہے، اور حج افراد میں تو سرے سے عمرہ ہی نہیں ہوتا اس لئے اس میں بھی صرف حج کا ایک طواف اور ایک سعی ہوتی ہے، البتہ حج افراد کی صورت میں جانور ذبح کرنا واجب نہیں ہوتا جب کہ حج قران میں ایک جانور کی قربانی واجب ہوتی ہے جس طرح حج تمتع میں واجب ہوتی ہے۔

عورتوں کو طواف افاضہ میں جلدی کرنی چاہئے

طواف افاضہ قربانی کے دن یعنی دسویں ذی الحجہ کو کر لینا افضل ہے، نبی ﷺ نے دسویں ذی الحجہ کو مکہ جا کر طواف افاضہ کیا پھر منیٰ واپس تشریف لائے اور نماز ظہر ادا کی۔(۱)

عورت کو اگر حیض آنے کا ڈر ہو تو اس کو طواف افاضہ میں جلدی کرنا اور یوم نحر ہی میں کر لینا بدرجہ اولی مستحب ہے، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عورتوں کو حکم دیا کرتی تھیں کہ وہ طواف افاضہ یوم نحر یعنی دسویں ذی الحجہ ہی کو کر لیا کریں، اس اندیشے سے کہ کہیں ان کا حیض نہ شروع ہو جائے، حضرت عطاءؒ کہتے ہیں کہ عورت کو یہ ڈر ہو کہ حیض شروع ہو جائے گا تو اسے چاہئے کہ کنکری مارنے سے پہلے ہی طواف افاضہ کر لے۔(۲)

حالت حیض میں تلبیہ اور دیگر ذکر واذکار

حیض کی حالت میں لبیک پکارنا، تکبیر پڑھنا، ذکر واذکار کرنا اور دعائیں مانگنا جائز ہے کیونکہ حالت حیض میں صرف تلاوت قرآن مجید سے منع کیا گیا ہے، دوسرے یہ کہ نبی ﷺ نے حیض ونفاس والی عورت کو اجازت دی ہے کہ سوائے طواف بیت اللہ اور نماز کے تمام مناسک حج ادا کرے، جس طرح باقی حاجی ادا کرتے ہیں لہذا حائضہ عورت ذکر واذکار اور تسبیح وتہلیل وغیرہ میں مصروف رہ سکتی ہے اور ماثورہ وغیر ماثور دعائیں بھی کر سکتی ہے بلکہ قرآن میں وارد دعائیں اگر محض دعا کی نیت سے پڑھے تلاوت کی نیت سے نہیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، حتی کہ بعض علماء نے حیض ونفاس والی عورتوں کے لئے بغیر چھوئے قرآن کی تلاوت کی بھی رخصت دی ہے"۔(۳)

☆☆☆

(۱) سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۱۹۸۲، بیہقی: ۱۴۴/۵ (۲) فقہ النساء، ص: ۴۴۲، وفقہ السنۃ: ۶۷۵/۱

(۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: فتاویٰ المرأۃ ص: ۱۲۸-۱۲۹

آہ! استاذ محترم مولانا محمد عابد صاحب رحمانی رحمہ اللہ تعالی

(۲-۲)

مولانا محمد مستقیم سلفی

تدریسی خدمات:

۱۹۵۲ء میں جامعہ رحمانیہ بنارس سے فارغ ہونے کے بعد بحیثیت مدرس مدرسہ اسلامیہ گوجی درہ اڑیسہ چلے گئے اور مکمل ایک سال آپ وہاں رہے اور تدریس کے ساتھ برابر تبلیغ کا کام بھی کرتے رہے، چونکہ اڑیسہ میں عربی درجات قائم نہ تھے، اس لئے آپ کی طبیعت نہیں لگی، اور ۱۹۵۳ء میں مدرسہ شمس الہدی دلال پور بہار چلے گئے، چونکہ یہاں پر عربی درجات کی مکمل تعلیم ہوتی تھی اور مولانا عبدالمعید صاحب بنارسی جیسے ماہر استاد وہاں پر پہلے ہی سے تدریسی فرائض انجام دے رہے تھے، آپ کو اطمینان قلب حاصل ہوا اور انتہائی محنت اور لگن سے درس وتدریس کا فریضہ انجام دینے لگے اور ۱۹۶۱ء تک اسی مدرسہ سے منسلک رہے، پھر آپ کو منطق وفلسفہ میں تخصص حاصل کرنے کا شوق ہوا، جس کی بنا پر تدریسی میدان چھوڑ کر دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں جاکر داخلہ لیا اور تخصص فی علم الکلام والحکمۃ کا ایک سالہ کورس مکمل کیا، اس کے بعد ۱۹۶۲ء میں مدرسہ مظہر العلوم بٹنہ ضلع مالدہ بنگال میں بحیثیت شیخ الحدیث منصب تدریس پر فائز ہوگئے اور ۱۹۶۴ء تک وہاں درس وتدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

۱۹۶۴ء کے اخیر میں آپ کے استاذ محترم مولانا نذیر احمد رحمانی املوی کا خط پہنچا کہ آپ جامعہ رحمانیہ بنارس میں بحیثیت مدرس آجائیں، آپ کا خط ملتے ہی آپ نے مدرسہ مظہر العلوم بٹنہ (بنگال) سے مستعفی ہوگئے اور بنارس چلے آئے اور ۱۹۶۶ء تک آپ اسی جامعہ رحمانیہ میں درس وتدریس کا کام کرتے رہے۔

۱۹۶۶ء میں جب جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) میں باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا تو آپ بھی عربی کی چوتھی جماعت سے اوپر طلباء واساتذہ جامعہ رحمانیہ جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) میں آگئے اور اس وقت سے لیکر ۱۹۹۲ء تک اس جامعہ میں بحیثیت مدرس کام کرتے رہے، آپ کے زیر درس زیادہ تر مسلم شریف ج ۲، بخاری شریف ج ۱، تفسیر بیضاوی اور منطق وفلسفہ میں مرقات، قطبی، ہدایۃ الحکمۃ ومیبذی جیسی اہم کتابیں رہا کرتی تھیں، چونکہ آپ منطق وفلسفہ کے متخصص تھے، اس لئے ان کتابوں سے آپ کو زیادہ شغف تھا، آپ کے درس وتدریس کا انداز نرالا تھا، منطق وفلسفہ اور علم کلام کا جب درس دیتے تو پہلے

پورے سبق کا خلاصہ تختہ سیاہ کی مدد سے طلبہ کو اچھی طرح سمجھا دیتے، پھر کتاب کھولتے اور ترجمہ ومطلب بیان کرتے، جس کی وجہ سے مشکل مباحث بڑی آسانی سے سمجھ میں آجاتی تھیں، جس دن ہم لوگوں کو شرح عقائد نسفی وغیرہ کا امتحان دینا رہتا اس دن کی شب کو مولانا کے پاس ہم لوگ جاتے اور اہم مباحث کا خلاصہ سمجھتے، جس کی وجہ سے ہم لوگوں کو امتحان دینے میں کافی آسانی ہوتی، دوران درس آپ کبھی ناراض نہ ہوتے، درسی سوال کا جواب ہنستے ہوئے اس طرح دیتے کہ طالب علم مطمئن ہوجاتا، اس طرح کی خوبیاں آپ میں بہت زیادہ تھی، غفراللہ لہ۔

دوران قیام جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کچھ گھریلو مجبوریوں کے پیش نظر آپ نے ذمہ داران جامعہ سلفیہ سے چھٹی لے کر سال دوسال کے لئے گھر چلے گئے، پہلی مرتبہ ۱۹۷۶ء میں آپ لمبی چھٹی لیکر گھر گئے اور گھر کے قریب مدرسہ انوارالعلوم پرساعماد (سدھارتھ نگر) میں تدریس کا کام انجام دینے لگے اور ۱۹۷۷ء کے اخیر میں وہاں سے استعفی دے کر گاؤں کے مدرسہ سراج العلوم میں چلے آئے اور ۱۹۷۸ء کے اخیر تک وہاں بحیثیت مدرس کام کرتے رہے کہ ناظم اعلی جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کا خط پہنچا کہ آپ جامعہ میں آجائیں، خط پاتے ہی آپ جامعہ سلفیہ تشریف لے آئے اور تدریسی فرائض انجام دینے لگے۔

کلیۃ فاطمۃ الزہراء مئو میں تدریس حدیث:

کلمۃ فاطمۃ الزہراء للبنات مئو کے ذمہ داران کی طلب پر ناظم اعلی مولانا عبدالوحید صاحب سلفی رحمہ اللہ نے مولانا کو ایک سال کے لئے بحیثیت شیخ الحدیث کلیۃ فاطمۃ الزہراء میں بھیج دیا تھا، آپ نے ۲/اگست ۱۹۸۸ء مطابق ۱۸/ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ سے لیکر شعبان ۱۴۰۹ھ مطابق ۳۱/مارچ ۱۹۸۹ء تک کلیۃ فاطمۃ الزہراء میں پڑھاتے رہے، مولانا محمد الاعظمی حفظہ اللہ ناظم اعلی مولانا عبدالوحید رحمہ اللہ کی وفات پر ان کے محاسن کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''۱۹۸۸ء میں کلیہ فاطمۃ الزہراء للبنات کی طالبات کو پڑھانے کے لئے ایک تجربہ کار معمر استاذ کی سخت ضرورت پیش آئی، ہر طرف سے محرومی کے بعد اس مشکل کو حل کرنے کے لئے حضرت ناظم صاحب کی ذات بابرکات مرجع قرار پائی، ایک سہ نفری وفد جو ڈاکٹر عبدالعلی ازہری، حکیم مولانا عبدالباقی اور راقم الحروف پر مشتمل تھا بنارس پہنچا اور ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری (یہ سب لوگ اس وقت مولانا مختار احمد ندوی مدظلہ کے منتخب ونامزد دائمی ممبران عہدیداران کلیہ فاطمۃ الزہراء للبنات میں تھے) کے ساتھ حضرت ناظم صاحب کی خدمت عالیہ میں باریاب ہوکر اپنی مشکل پیش کی، اور عرض کیا کہ مولانا عابد حسن صاحب استاذ جامعہ سلفیہ کو کم ازکم اس تعلیمی سال کی تکمیل تک کلیۃ فاطمۃ الزہراء میں تدریسی خدمت کے لئے اجازت دے کر ممنون فرمائیں، حضرت ناظم صاحب نے نہ صرف کلیۃ فاطمۃ الزہراء کے لاینحل مسئلہ کو حل فرمایا بلکہ انتہائی خوشی کے ساتھ مولانا موصوف کو جامعہ سلفیہ کی جانب سے بطور

مبعوث کلیۃ فاطمۃ الزہراء میں خدمت کے لئے بھیج دیا۔(محدث جنوری وفروری ۱۹۹۱ء)

کلیۃ فاطمۃ الزہراء مئو میں ایک سال رہ کر پھر آپ جامعہ سلفیہ میں آکر منصب تدریس پر فائز ہوگئے،اور ۱۹۹۲ء تک تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔

پھر خرابی صحت کے باعث ۲۲رشعبان ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۷رفروری ۱۹۹۲ء کو مستقل طور پر جامعہ سے استعفی دے کر گھر چلے گئے اور گھر پر رہنے لگے،اسی اثناء میں مدرسہ خیر العلوم ڈومریا گنج (سدھارتھ نگر) کے نسواں اسکول کے ذمہ داران کو خبر ہوئی کہ مولانا محمد عابد صاحب بنارس سے مستعفی ہو کر گھر چلے آئے ہیں،خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اپنے نسواں اسکول میں پڑھانے کے لئے راضی کرلیا،چنانچہ آپ ۱۹۹۹ء تک اسی اسکول میں بچیوں کو درس دیتے رہے لیکن دن بدن آپ کی صحت خراب ہوتی گئی،آخر کار مجبور ہوکر درس وتدریس سے الگ ہوگئے اور اپنے علاج ومعالجہ میں مصروف ہوگئے،دوا وعلاج سے جب آپ کی صحت بحال ہوئی تو جامعہ سلفیہ بنارس میں درس وتدریس کے لئے حاضر ہوئے،اتفاق سے آپ کے شاگرد ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبدالجبار پریوائی بنارس میں موجود تھے ان کو جب یہ معلوم ہوا کہ مولانا پڑھانے کے خواہش مند ہیں تو انہوں نے اپنے مدرسہ ''دعوۃ الاسلام'' لال گوپال گنج (الہ آباد) چلنے کی خواہش ظاہر کی اور مولانا راضی بھی ہوگئے اور ڈاکٹر عبدالرحمٰن پریوائی کے ساتھ لال گوپال گنج (الہ آباد) چلے گئے اور ۱۴رجولائی ۲۰۰۱ء مطابق ۲۲ر ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ سے مدرسہ ''دعوۃ الاسلام'' میں باقاعدہ تدریسی منصب پر فائز ہوگئے،لال گوپال گنج میں آپ لگ بھگ ڈیڑھ سال رہے اور اپنا علاج بنارس کے ایک مشہور ڈاکٹر باچپئی سے کراتے رہے،لیکن بڑھاپے کے ساتھ آپ کے جسم کی کمزوری دن بدن بڑھتی ہی گئی،آخر کار مجبور ہو کر مدرسہ دعوۃ الاسلام سے بھی مستعفی ہوئے اور گھر چلے گئے،علاقے کے ڈاکٹروں کے مشورہ سے برابر آپ دوائیں کھاتے رہے،لیکن روز بروز آپ کی بیماری میں اضافہ ہوتا رہا،آخر وہ وقت آپہنچا جس سے کسی کو مفر نہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شاگردان:

چونکہ آپ نے رجب ۱۳۷۱ء مطابق اپریل ۱۹۵۲ء میں سند فراغت حاصل کی اور اسوقت سے لیکر تاحیات تدریسی خدمت انجام دی،اس لئے اس مدت طویل میں آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں ہیں،ان میں سے چند کے اسماء درج کئے جارہے ہیں:

(۱) ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس پروفیسر جامعہ ام القری مکہ مکرمہ ومفتی حرم مکی،(۲) ڈاکٹر ابو حاتم بن علامہ ابوالقاسم سیف بنارسی پروفیسر ہندو یونیورسٹی بنارس،(۳) شیخ عبدالقدوس محمد نذیر حال وارد وزارۃ العدل ریاض،(۴) مولانا اشرف الحق شیخ

الحدیث جامعہ اسلامیہ عبداللہ پور بہار، (۵) مولانا اصغر علی امام مہدی ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، (۶) ڈاکٹر عبدالعلیم عبدالعظیم حال وارد رابطۃ العالم الاسلامی مکہ مکرمہ، (۷) ڈاکٹر جاوید اعظم عبدالعظیم لکچرر کلیۃ البنات دمام، (۸) ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبدالجبار لکچرر جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ ریاض، (۹) ڈاکٹر اختر جمال محمد لقمان استاد دارالحدیث الخیریۃ مکہ مکرمۃ، (۱۰) ڈاکٹر محمد اختر عبدالجلیل لکچرر بسنت کالج بنارس، (۱۱) ڈاکٹر محمد ابراہیم محمد ہارون استاذ جامعہ سلفیہ بنارس (۱۲) مولانا شاہد جنید محمد فاروق نائب صدر جامعہ سلفیہ بنارس (۱۳) مولانا عبداللہ سعود بن عبدالوحید ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ بنارس (۱۴) مولانا عبدالسلام ابواسلم جمن استاذ جامعہ سلفیہ بنارس (۱۵) مولانا احسن جمیل محمد بصیر سابق شیخ الجامعۃ بنارس (۱۶) ڈاکٹر رضاءاللہ محمد ادریس سابق شیخ الجامعہ بنارس (۱۷) مولانا محمد یونس عبدالمتین شیخ الجامعہ جامعہ سلفیہ بنارس (۱۸) ڈاکٹر فضل الرحمٰن دین محمد شیخ الجامعۃ جامعہ محمدیہ مالیگاؤں (۱۹) مولانا نعیم الدین محمد ابراہیم نائب شیخ الجامعہ بنارس (۲۰) ڈاکٹر عبدالعزیز بن علامہ عبیداللہ مبارکپوری صاحب مرعاۃ (۲۱) ڈاکٹر صغیر احمد زین اللہ حال وارد متحدہ عرب امارات (۲۲) ڈاکٹر عبدالباری فتح اللہ، ابوظبی (متحدہ عرب امارات) (۲۳) ڈاکٹر عبدالقیوم محمد شفیع حال وارد امارات وغیرہم۔

شادی واولاد:

آپ نے یکے بعد دیگرے دو شادیاں کیں، پہلی شادی دوران طالب علمی میں خاندان ہی کے اندر مولانا عزیز احمد ندوی سابق پرنسپل جامعہ رحمانیہ بنارس کی بہن سے ہوئی، جن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، ان کے انتقال کے بعد دوسری شادی ضلع بلرامپور کے ایک گاؤں نوڈھوا میں ہوئی جن کے بطن سے ۶ لڑکیاں اور ۴ لڑکے پیدا ہوئے، بچوں کے نام بالترتیب یہ ہیں: (۱) عبدالرحمٰن (۲) احمداللہ (۳) عبیداللہ (۴) محمد اسلم، بحمداللہ سب بقید حیات ہیں، شادیاں سب کی ہوچکی ہیں، اور سب صاحب اولاد ہیں۔

وفات وپس ماندگان:

ایک طویل علالت کے بعد مولانا محترم کی وفات مورخہ ۱۶/اور ۱۷/ جولائی ۲۰۰۹ء بروز جمعرات وجمعہ کی درمیانی شب لگ بھگ ڈھائی بجے رات میں ہوئی، اور جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ جنازہ کی نماز ڈاکٹر عبدالباری فتح اللہ مدنی نے پڑھائی، اس کے بعد آپ کے آبائی قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ (اللھم اغفرلہ وارحمہ)

پس ماندگان میں آپ کی بیوہ، ۶/ بچیاں اور ۴/ لڑکے ہیں، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، آمین۔

☆☆☆

آئینۂ حیات
ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ

از: محفوظ الرحمٰن السّلفی

نام:	مقتدیٰ حسن
والد کا نام:	محمد یٰسین بن محمد سعید
والدہ کا نام:	بلقیس خاتون بنت مولانا محمد نعمان اعظمی شیخ الحدیث (تلمیذ میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی)
تاریخ پیدائش:	۸/ اگست ۱۹۳۹ء مطابق ۱۳۵۸ھ
بمقام:	محلّہ ڈومن پورہ، مئوناتھ بھنجن، یوپی

تعلیم

پرائمری:	مدرسہ عالیہ عربیہ، مئوناتھ بھنجن
حفظ قرآن کریم:	شاخ دار العلوم واقع مرزا ہادی پورہ، مئوناتھ بھنجن، سن ۱۹۵۳ء
عربی کی ابتدائی تعلیم تا ثانویہ:	مدرسہ عالیہ عربیہ، مئوناتھ بھنجن ۱۳۷۲ھ تا ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۴-۱۹۵۷م
عالمیت:	جامعہ اسلامیہ فیض عام، مئوناتھ بھنجن ۱۳۷۷ھ-۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۵۷ء-۱۹۶۰ء
فراغت:	جامعہ اثریہ دار الحدیث، مئوناتھ بھنجن ۱۹۶۱ء-۱۳۸۰ھ

عربی وفارسی بورڈ اتر پردیش کی ڈگریاں

مولوی:	۱۹۵۹ء
عالم:	۱۹۶۰ء
فاضل:	۱۹۶۲ء

جامعہ ازہر مصر کے لئے روانگی		۱۹۶۳ء
ایم،اے	جامعہ ازہر مصر	۱۹۶۶ء
ایم،فل	علی گڈھ مسلم یونیورسٹی	۱۹۷۲ء

ڈاکٹریٹ (پی،ایچ،ڈی) علی گڈھ مسلم یونیورسٹی ۱۹۷۵ء

مقالہ کاعنوان: تخريج أحاديث بهجة المجالس لابن عبد البر (الجزء الثاني)

زیرنگرانی: پروفیسر مختارالدین آرزو صاحب

تدریسی مصروفیات:

(۱) جامعہ اسلامیہ فیض عام، مئوناتھ بھنجن دوسال

(۲) علی گڈھ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ (عربی ادب کی تدریس) ایک سال

(۳) جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس ۱۹۶۸ء تا ۲۰۰۹ء ۴۲ر سال

مشہور اساتذہ کرام

(۱) مولانا عبدالمعید بنارسی (۲) مولانا حبیب الرحمٰن فیضی (۳) مولانا عبداللہ شائق مئوی (۴) مولانا عظیم اللہ صاحب مئوی (۵) مولانا شمس الحق صاحب سلفی (۶) مولانا محمد الاعظمی (۷) مولانا عبدالرحمٰن بن شیخ الحدیث عبید اللہ مبارکپوری (۸) ڈاکٹر شوقی ضیف (۹) ڈاکٹر علی عبدالواحد وافی (۱۰) مولانا عبدالعلی بن شیخ عبداللہ مئوی۔

تالیفات وتراجم

(۱) تالیف (اردو)

(۱) تاریخ ادب عربی ۵ر حصے	مطبوع
(۲) خاتون اسلام	,,
(۳) مسلم نوجوان اور اسلامی تربیت	,,
(۴) عصر حاضر میں مسلمانوں کو سائنس وٹکنالوجی کی ضرورت	,,
(۵) قرآن کریم پر غور وتدبر مذہبی فریضہ ہے	,,
(۶) رمضان اور عیدالفطر تربیتی نقطۂ نظر سے	,,
(۷) ہندوستان میں تحریک اہلحدیث اور جدید تقاضے	,,
(۸) شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود اور مملکت توحید سعودی عرب	,,
(۹) مسلمان اور اسلامی ثقافت	غیر مطبوع
(۱۰) ہم کیا پڑھیں	,,

(۱۱)اسلام اور انسانی سماج		مطبوع

(عربی)

(۱۲)منصور الفقيه حياته وشعره		غير مطبوع
(۱۳)نظرة الى مواقف المسلمين من احداث الخليج		مطبوع
(۱۴)مشكلة المسجد البابري في ضوء التاريخ والكتابات المعاصرة		"
(۱۵) حقيقة الأدب ووظيفته		"
(۱۶) قراء ة في كتاب "الحالة الخلقية للعالم الاسلامي" للأستاذ اسرار عالم		"
(۱۷) القاديانية		غير مطبوع

(۲)تراجم اردووفارسی سے عربی تراجم:

(۱)قضايا كتابة التاريخ الإسلامي وحلولها	از: ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی	مطبوع
(۲) رحمة للعالمين	از: علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری	''
(۳) الاسلام تشكيل جديد للحضارة	از: شیخ محمد تقی الامینی	''
(۴) بين الانسان الطبيعى والانسان الصناعى	از: شیخ محمد تقی الامینی	''
(۵) عصر الالحاد، خلفيته التاريخية وبداية نهايته	از: شیخ محمد تقی الامینی	''
(۶) النظام الإلهي للرقي والانحطاط	از: محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ	''
(۷) حركة الانطلاق الفكري وجهود الشاه ولي الله	از: محمد اسماعیل گوجرانوالہ	''
(۸) مسئلة حياة النبي ﷺ	از: محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ	''
(۹) زيارة القبور	از: محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ	''
(۱۰) النصرانية الحاضرة في ضوء التاريخ والبحث العلمي	از: علامہ مصلح الدین اعظمی	''
(۱۱) حجية الحديث النبوى الشريف	از: محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ	''
(۱۲) قرة العينين في تفضيل الشيخين	از: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	غیر مطبوع
(۱۳) الإكسير في أصول التفسير	از: نواب صدیق حسن خاں قنوجی	''
(۱۴)جماعة المجاهدين	از: غلام رسول مہر	''

(۳) عربی سے اردو

(۱) راہ حق کے تقاضے — از: علامہ ابن تیمیہ — ترجمۂ مختصر اقتضاء الصراط المستقیم
(۲) مختصر زاد المعاد — از: محمد بن عبدالوہاب — ترجمۂ مختصر زاد المعاد في هدی خیر العباد
(۳) اصلاح المساجد — از: محمد جمال الدین قاسمی — ترجمۂ اصلاح المساجد من البدع والعوائد
(۴) آپ بیتی — از: عباس محمود العقاد — ترجمۂ أنا
(۵) عظمت رفتہ — از: عبدالحلیم عویس — ترجمۂ سقوط ثلاثین دولة
(۶) رسالت کے سایے میں — از: عبدالحلیم عویس — ترجمۂ في ظلال الرسول ﷺ
(۷) خادم حرمین شریفین کا حقیقت افروز بیان — ترجمۂ کلمات منتقاة من خادم الحرمین الشریفین
(۸) اسلامی شریعت میں اعضاء کی پیوند کاری — عرب مشائخ کے مقالات کا ترجمہ

(۴) تحقیقات وتعلیقات:

(۱) فتح المنان بتسهيل الاتقان — علامہ سیوطی کی مشہور کتاب الاتقان کی تلخیص ہے
(۲) حصول المأمول من علم الأصول — نواب صدیق حسن خاں کی کتاب ہے اس پر تعلیق وحاشیہ ہے۔
(۳) أزمة الخليج في ميزان الشرع والعقل — عرب مشائخ کے مقالات کا مجموعہ ہے

مقالات کی تعداد

صوت الجامعۃ (عربی) وصوت الامۃ میں شائع ہونے والے مقالات کی تعداد	۳۵۸	عربی
مجلۃ ''المنار'' میں شائع ہونے والے مقالات کی تعداد	۲۲	عربی
صوت الجامعۃ (اردو) ومحدث میں شائع ہونے والے مقالات کی تعداد	۲۰۰	اردو
۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۲ء کے درمیان مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہونے والے مقالات ومضامین کی تعداد	۱۵	اردو
مجلّہ ''افکار عالیہ'' جامعہ عالیہ عربیہ مئو میں شائع ہونے والے مقالات ومضامین کی تعداد	۱۱	اردو

کانفرنس وسیمینار

ملک وبیرون ملک کانفرنسوں وسیمینار میں پیش کیے گئے مقالات کی تعداد ۴۰ ہے۔

تقدیم وتعارف

(۱) مطبوعات ادارۃ البحوث الاسلامیۃ جامعہ سلفیہ بنارس

اردو مطبوعات پر تقدیم کی تعداد: ۹۰

عربی مطبوعات پر تقدیم کی تعداد: ۶۰

اس کے علاوہ ہندی اور انگریزی زبان کی کتب پر تقدیم کی تعداد ۸ ہے۔

(۲) ملک کے مختلف حصوں کے علماء کرام کی کتب پر تقدیم وتعارف کی تعداد ۲۸ ہے۔

(۳) تقدیم وتاثرات مطبوعات مکتبہ الفہیم مئوناتھ بھنجن کی تعداد ۱۰ ہے۔

(۴) تقدیم وتاثرات بر کتب مولانا عبدالمبین منظر، تعداد ۷ ہے۔

مختلف اوقات میں اعزازات ومناصب

(۱)	رکن	علی گڈھ مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ	
(۲)	رکن	مسلم پرسنل لاء بورڈ	
(۳)	رکن	مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند	
(۴)	رکن	عالمی رابطہ ادب اسلامی	
(۵)	رکن	جمعیۃ المثقفین للتوعیۃ الاسلامیۃ	
(۶)	رکن	رابطۃ العالم الاسلامی مکہ مکرمہ (مساجد بورڈ)	
(۷)	رکن	دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش	
(۸)	وکیل	الجامعۃ السلفیۃ (مرکزی دارالعلوم) بنارس	۲۰۰۶ء تک
(۹)	مدیر	ادارۃ البحوث الاسلامیۃ بالجامعۃ السلفیۃ	۲۰۰۶ء تک
(۹)	صدر	جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس	
(۱۰)	سرپرست	مجلس ندائے وقت مئوناتھ بھنجن	
(۱۱)	رکن	تعلیمی کمیٹی، جامعہ محمدیہ، مالیگاؤں	
(۱۲)	رکن	ادارہ اصلاح المساجد، بمبئی	

چند اہم اسفار

(۱) سعودیہ عربیہ (۲) کویت (۳) متحدہ عرب امارات (۴) قطر (۵) بحرین (۶) قاہرہ (۷) انڈونیشیا (۸) پاکستان (۹) امریکہ (۱۰) لندن

ایوارڈز: (۱) صدر جمہوریہ ہند ایوارڈ ۱۹۹۳ء

(۲) پریوائی ایوارڈ ۲۰۰۲ء

وفات: یوم جمعہ بتاریخ ۱۰/ذی قعدہ ۱۴۳۰ھ مطابق ۳۰/اکتوبر ۲۰۰۹ء صبح ۵/بج کر ۱۶/منٹ پر۔

تدفین: آبائی قبرستان، مئوناتھ بھنجن، بعد نماز مغرب

رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

اظہار تشکر

آہ!والد صاحب

والدین اور دیگر اعزہ واقرباء کی جدائی کے سانحہ سے ہر فرد بشر دوچار ہوتا ہے، اور اس تلخ گھونٹ کو اسے حلق سے اتارنا پڑتا ہے، ایسے مواقع پر جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبر کی توفیق مل جاتی ہے ان کی روح زیادہ سکون پاتی ہے۔

مورخہ ۳۰/ اکتوبر ۲۰۰۹ء جمعہ کو علی الصباح ہمارے والد محترم جناب ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری (صدر جامعہ سلفیہ، بنارس) ایک مختصر علالت کے بعد انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کی بیماری کے دوران اور وفات کے بعد ہم لوگوں کو جن اعزہ، بزرگوں اور احباب بشمول خلیجی ممالک، لندن، امریکہ اور ملک کے کونے کونے سے ان کے شاگردان، مدارس اسلامیہ وعصری جامعات کے ذمہ داران وجماعت کے احباب کی ہمدردی وتعاون حاصل رہا، اور جن لوگوں نے بھی زبانی، بذریعہ ٹیلیفون وفیکس یا خطوط کے ذریعہ تعزیت پیش کی ہے اور صبر کی تلقین کی ہے، ہم ان کے بے حد ممنون ہیں اور دعاء گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو خیر وعافیت سے نوازے۔

خصوصیت کے ساتھ جامعہ سلفیہ کے محترم ناظم اعلیٰ مولانا عبداللہ سعود صاحب سلفی اور محترم نائب صدر مولانا شاہد جنید صاحب سلفی کی عنایتیں ناقابل فراموش ہیں، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا کرے، اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

غمزدہ

۱- سلمان اختر (مقیم حال الدمام، سعودی عرب)
۲- ڈاکٹر فوزان احمد (جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی)
(ابناء ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ)

☆☆☆

علامہ ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ
سے متعلق
ماہنامہ محدث بنارس کا خصوصی شمارہ

ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری صدر جامعہ سلفیہ بنارس کی رحلت ایک نعمت چھن جانے کی طرح محسوس کی گئی، ہزاروں لوگ سوگوار ہوگئے، علمی دنیا میں اداسی چھاگئی، بہت سے اہل علم کا تقاضا ہے کہ ان کی زندگی کے علمی وتربیتی نقوش واضح کئے جائیں، اسی کی تکمیل کے لئے ادارہ محدث نے عزم کیا ہے کہ جلد از جلد ان سے متعلق ایک جامع شمارہ منصۂ شہود پر لایا جائے، جس کا آغاز ان کی سیرت سے متعلق مختلف ناحیوں کی یہ فہرست ہے، علماء کرام، دانش وران عظام، اہل قلم اور شعراء حضرات سے اپنی وقیع نگارشات مذکورہ گوشوں کو مدنظر رکھ کر مرتب فرمانے اور ادارہ محدث کے پتے پر ارسال کرنے کی گزارش کی جاتی ہے۔ (ادارہ محدث)

مجوزہ موضوعات

۱- ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ: حیات وخدمات
۲- " خاندانی پس منظر اور تعلیم
۳- " اور مصر میں ان کی طالب علمی کے پانچ سال
۴- جامعہ سلفیہ بنارس کی تعمیر وترقی میں ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ کی خدمات
۵- جامعہ سلفیہ بنارس کی کانفرنسوں اور سیمیناروں کے سلسلہ میں ڈاکٹر مقتدی حسن رحمہ اللہ کی مساعی
۶- مؤتمر الدعوۃ والتعلیم کا انعقاد اور ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ
۷- ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ بحیثیت مدیر ادارۃ البحوث الاسلامیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد
۸- ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری اور ماہنامہ محدث بنارس
۹- " بحیثیت ایڈیٹر عربی مجلّہ جامعہ سلفیہ بنارس
۱۰- " اپنے عربی مجلّے کے افتتاحیوں کے آئینے میں
۱۱- " کا عربی طرز تحریر

۱۲- ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری کا اردو طرز تحریر

۱۳- " بحیثیت مترجم عربی کتب

۱۴- " بحیثیت مترجم اردو کتب

۱۵- " اور فارسی کتب کی تعریب

۱۶- " بحیثیت مصنف عربی کتب

۱۷- " بحیثیت مصنف اردو کتب

۱۸- ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری کی تصنیف تاریخ ادب عربی: تعارف وتجزیہ

۱۹- " کی کتاب ( ) کا تعارف وتجزیہ

۲۰- کتابوں پر ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری کی تقریظات

۲۱- اردو اخبارات میں ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ کی تحریریں

۲۲- اردو زبان وادب سے متعلق ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ کی مساعی

۲۳- عربی زبان وادب سے متعلق ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ کی مساعی

۲۴- ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری اور مملکت سعودی عرب سے متعلق آپ کی عربی تحریریں

۲۵- " اور مملکت سعودی عرب سے متعلق آپ کی اردو تحریریں

۲۶- " بحیثیت تبصرہ نگار

۲۷- " کی دعوتی خدمات

۲۸- " کے علمی ودعوتی اسفار

۲۹- " اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

۳۰- صوبائی اور آل انڈیا اہلحدیث کانفرنسوں میں ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ کی مساعی

۳۱- ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری اپنے خطبہ ہائے استقبالیہ کے آئینے میں

۳۲- ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

۳۳- ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ اور یونیورسٹیوں سے آپ کے روابط

۳۴- ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری بحیثیت مدرس

۳۵- " بحیثیت خطیب

۳۶- تعلیم وتربیت سے متعلق ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ کے نظریات

۳۷- مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم سے متعلق ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ کے نظریات اور ہدایات

☆☆☆

قربانی اوراس کا پس منظر

عبدالواحد محمد لقمان
فضلیت ثالث، جامعہ سلفیہ، بنارس

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراھیم علیہ السلام کوشروع ہی سے طرح طرح کی آزمائشوں میں مبتلا کیا، یہ تمام آزمائش ابراھیم علیہ السلام کواعلیٰ مقام اور درجۂ کمال تک پہنچانے کا ذریعہ تھیں۔

ابراہیم علیہ السلام کو جن آزمائشوں میں مبتلا کیا گیا تھا ان میں سے نمرود کی آگ بھی ہے، اس نے آپ کو زندہ جلادینے کا فیصلہ کیا، اور خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام اس آگ میں ڈال دیئے گئے۔ واقعہ یوں ہے کہ آپ نے اپنے قوم کے معبودان کی بے بسی اور کمزوری ظاہر کرنے کے لئے ایک دن ان کی عبادت گاہ میں پہنچ کر کلہاڑی کے ذریعہ تمام معبودوں کو توڑ کر بڑے بت کے گردن میں کلہاڑی لٹکادی تاکہ معلوم ہو جائے کہ بت کی حقیقت کیا ہے، آپ کو اسی کی پاداش میں آگ میں ڈال دیا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کو بچانے کے لئے آگ کو حکم دیا: ''یا نارکونی بردا وسلاما علی ابراھیم'' (الانبیاء:۶۹) اے آگ تو ابراہیم علیہ السلام ٹھنڈی اور سلامتی کا ذریعہ بن جا۔

نارِ نمرود میں ڈالے گئے جس وقت خلیل
پھول بن بن کے شراروں نے قدم چوم لیا

آپ کی آزمائشوں میں ایک آزمائش یہ بھی تھی کہ جب آپ کی عمر چھیاسی سال کی تھی اس وقت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے، انہوں نے بڑے ہوکر کعبۃ اللہ کی تعمیر میں اپنے باپ کا ساتھ دیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کا حکم پورا کرنے کے لئے اپنے اکلوتے بیٹے اسماعیل علیہ السلام اور بیوی ہاجرہؑ کو مکہ کے لق ودق چٹیل سنسان میدان میں چھوڑ دیا جہاں اللہ کے علاوہ کوئی سہارا دینے والا نہیں، اور ملک شام کی طرف چل پڑتے ہیں، جب ہاجرہ علیہا السلام اپنے محبوب شوہر ابراہیم علیہ السلام سے حیران و پریشان ہوکر سوال کیا کہ اس سنسان بیابان میں مجھے تنہا چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ ابراھیم علیہ السلام پر خاموشی طاری ہے، دوبارہ ناچار ہوکر پوچھتی ہے اچھا یہ تو فرمائیے کہ آپ ہم سے ناراض ہیں یا یہ اللہ کا حکم ہے؟ ابراہیم علیہ السلام محبت بھری آواز میں جواب دیتے ہیں ہاں! میرے رب کا حکم ہے، ہاجرہ علیہا السلام کو تسلی ہوگئی اور فرمانے لگیں'' إن

الله لا يضيعنا'' اللہ تعالیٰ ہمیں ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔رب العالمین کا فرمان ہے:''ومن يتوكل على الله فهو حسبه" (الطلاق:۳) اور جوشخص اللہ پر بھروسہ کرے گا اللہ اس کے لئے کافی ہے۔ یہ وہ چٹیل میدان ہے جہاں آدمی کیا جانور تک کا بھی نام ونشان نہیں تھا، جب دودھ پیتے بچے اسماعیل کی کرب و بے چینی بھوک اور پیاس کی وجہ سے بڑھنےلگتی ہے تو رونے کی آواز تیزتر ہو جاتی ہے، اس وقت ہاجرہؓ بار بار صفاومروہ کا چکر لگانا شروع کرتی ہے۔ سات مرتبہ چکر لگانے کے بعد جب پانی ملنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو مایوسی کے عالم میں بچے کے پاس بیٹھ کر اس کے معصوم چہرے کو بوسہ لینا شروع کرتی ہے اور اپنی ساری امیدیں اللہ وحدہ لاشریک سے وابستہ کرتی ہے۔یہی صفاومروہ کا سات مرتبہ چکر لگانا تمام حجاج کرام کے لئے احکام حج میں ضروری قرار دیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:'' إن الصفا والمروة من شعائرا لله"(البقرة: ۱۵۸) بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔جبرئیل علیہ السلام اللہ کے حکم سے ایڑی زمین پر رگڑتے ہیں، اور پانی کا چشمہ ابلنے لگتا ہے۔ ہاجرہ اس غیبی مدد اور اللہ تعالیٰ کے انعام سے خوش ہو جاتی ہے، آخر کار مکہ مکرمہ یہیں سے آباد ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کا آخری امتحان یہ تھا کہ یہ بندہ اپنے نور نظر لخت جگر بیٹے کی محبت کو بھی اللہ کی محبت پر قربان کرسکتا ہے یانہیں: چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ابراہیم علیہ السلام ملک شام سے واپس آتے ہیں اور بیوی بچے کو خوشحال دیکھ کرخوشی سے جھوم اٹھتے ہیں۔تھوڑی دیر آرام کے لئے سوجاتے ہیں کہ یکا یک بذریعۂ الہام آپ کو حکم دیا جاتا ہے، اے ابراہیم: تم اپنے فرزند اسماعیل کو اللہ کی راہ میں قربان کردو۔ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسماعیل سے کہتے ہیں:''يا بني اني أرىٰ في المنام أنى أذبحك فانظر ماذا ترىٰ قال يأبت افعل ما تؤمر ستجدنى ان شاء الله من الصابرين''۔ (الصافات:۱۰۲) اے میرے بیٹے! میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں تجھ کو ذبح کر رہا ہوں بتلاؤ، تمہاری (اس معاملے میں) کیا رائے ہے؟ اسماعیل علیہ السلام نے (نہایت سنجیدگی سے) جواب دیا کہ اے میرے والد جو آپ کو حکم ملا ہے تعمیل کیجئے۔ ان شاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔اس کام کے لئے باپ بیٹے دونوں فوراً تیار ہو گئے، رسی اور چھری لے کر گھر سے نکل جاتے ہیں، شیطان لعین ایک بھولے بھالے انسان کی شکل میں ہاجرہ کے پاس آتا ہے اس کے بعد باپ اور بیٹے کے پاس پہنچتا ہے اور بہکانے کی کوشش کرتا ہے، لیکن ان تینوں کے جواب سے مایوس ہو کر ملعون وہاں سے لوٹ جاتا ہے اور اپنی تدبیر میں کامیاب نہیں ہوتا ہے۔ بہرحال قربان گاہ میں اپنے سعادت مند بیٹے کو پیشانی کے بل زمین پر لٹا دیا اور چھری چلنے ہی والی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کو ندادی:"وناديناه أن يا ابراهيم قد صدقت الرؤيا إنا كذلك نجزي المحسنين"۔(الصافات:۵-۱۰۴) اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آواز دی کہ اے ابراہیم تو نے اپنا خواب سچ کر دکھلایا، یقیناً ہم نیک کام کرنے والوں کو اسی طرح کا بدلہ دیتے ہیں۔

یہ دنیا کی اتنی عظیم الشان آزمائش تھی کہ اس یادگار کو اللہ تعالیٰ نے باقی رکھا، اس کا فرمان ہے:'' وترکنا علیه فی الاخرین '' (الصافات: ۱۰۸) اور ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھا۔ اس سنت ابراہیمی کو قیامت تک قرب الٰہی کے حصول کا ایک ذریعہ اور عیدالاضحیٰ کا سب سے پسندیدہ عمل قرار دیا گیا، اسی یاد کو تازہ کرنے کے لئے عیدالاضحیٰ کی دسویں تاریخ کو پورے امت مسلمہ اپنے محبوب ترین جانوروں کی قربانی پیش کرتے ہیں اور اپنے ایثار و جذبات اور خلوص وللّٰہیت کا اظہار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو جانور کے خون اور گوشت کی کوئی حاجت نہیں، اس کو جو چیز مطلوب ہے وہ انابت واطاعت اور خلوص و پرہیزگاری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:'' لن ینال الله لحومها ولا دماء ها ولکن یناله التقویٰ منکم'' (الحج: ۳۷) اللہ تعالیٰ کے دربار میں تمہارے قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے ہیں، وہاں تمہارا نیک جذبہ اور تقویٰ پہنچتا ہے، اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: إن الله لا ينظر إلى أجسامکم ولا إلى صورکم ولکن ينظر إلى قلوبکم و اعمالکم'' (صحیح مسلم) اللہ تعالیٰ تمہاری شکل وصورت کی طرف نہیں دیکھتا۔ لیکن وہ تمہارے قلوب اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔

اس قربانی کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر قربانی کی وہی روح، اسلام وایمان کی وہی کیفیت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ووفاداری کی وہی شان پیدا ہو جسکا مظاہرہ ابراہیم علیہ السلام نے پوری زندگی میں کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کو خلوص وللّٰہیت کے ساتھ نفس وجان کی قربانی پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

تعطیل عیدالاضحیٰ

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں امسال عیدالاضحیٰ کی تعطیل ۲۴/نومبر ۲۰۰۹ء مطابق ۶/ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ بروز منگل تا ۳/دسمبر ۲۰۰۹ء مطابق ۱۵/ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ بروز جمعرات تک رہے گی۔

۵/دسمبر ۲۰۰۹ء مطابق ۱۷/ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ سے جامعہ میں تعلیم شروع ہوگی، ان شاء اللہ۔

(ادارہ)

اعـــلان داخـلـه

الجامعۃ السلفیۃ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے تعلیمی سال میں تبدیلی

الجامعۃ السلفیۃ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کا تعلیمی سال دس شوال سے شروع ہوکر شعبان میں ختم ہوا کرتا تھا، چونکہ عصری مدارس کا سال جولائی سے شروع ہوتا ہے اور بیشتر دینی مدارس نے بھی اپنا تعلیمی سال ماہ جولائی سے کردیا ہے، اس لئے طالب علم کی سہولت کے مدنظر جامعہ میں بھی نیا تعلیمی سال ماہ جولائی سے شروع کرنے کے لئے مندرجہ ذیل نظام بنایا گیا ہے۔

اس سال جامعہ کا سالانہ امتحان ۱۶/ جمادی الآخرۃ ۱۴۳۱ھ مطابق ۳۱/ مئی ۲۰۱۰ء کو ختم ہوجائے گا۔

۲۹/ جون ۲۰۱۰ء مطابق ۱۶/ رجب ۱۴۳۱ھ کو امتحان داخلہ برائے تعلیمی سال نو ہوگا۔

الجامعۃ السلفیۃ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں نئے سال میں داخلہ کے امیدوار کی سہولت کے لئے داخلہ فارم ۱۵/ دسمبر ۲۰۰۹ء سے ایشو کیا جائے گا، داخلہ فارم مبلغ ایک سو پچاس (Rs.150/-) روپئے کا ڈرافٹ یا پوسٹل آرڈر بھیج کر بذریعہ ڈاک یا براہ راست دفتر ادارۃ القبول والتسجیل سے بذریعہ نقد ادائیگی حاصل کیا جاسکتا ہے، یا جامعہ کے ویب سائٹ: (www.aljamiatussalafiah.org/admission) سے ڈاؤن لوڈ کرکے ایک سو پچاس (Rs.150/-) روپیہ کے ڈرافٹ کے ساتھ بھیجا جاسکتا ہے۔

داخلہ فارم کتابی شکل میں ہے جس میں جامعہ کا تعلیمی نظام، نصاب اور داخلہ امتحان سے متعلق تمام معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

امیدوار کو یہ فارم مع جملہ مطلوبہ کاغذات ۲۸/ مارچ ۲۰۱۰ء تک دفتر کو ارسال کردینا چاہئے، فارم وصول ہونے کے بعد امتحان داخلہ کے لئے مجاز طالب علم کو ایڈمٹ کارڈ (اجازت نامہ) بھیجا جائے گا، داخلہ امتحان میں شرکت کے لئے ایڈمٹ کارڈ اور منسلکہ کاغذات کی اصل کاپی ساتھ لانا ضروری ہے، اگر کسی طالب علم کے پاس سال رواں کی سند یا مارکشیٹ نہ ہو تو سال گذشتہ کی لگا سکتا ہے، مگر اس کو سال رواں کے کاغذات فراہم ہونے کے بعد فوراً جامعہ میں جمع کرنا ہوگا۔

اس سال داخلہ: متوسطہ اولی، عالمیت اولی، فضیلت اولی، شعبۂ حفظ اور شعبۂ تجوید میں حسب گنجائش ہوگا۔

ڈرافٹ: "AL-JAMIA-TUS-SALAFIAH, VARANASI" کے نام بنوانا چاہئے۔

مراسلت کا پتہ:

DEPARTMENT OF ADMISSION
AL-JAMIA-TUS-SALAFIAH
JAMIAH SALAFIAH ROAD
REORI TALAB, VARANASI-221010
U.P. (INDIA)

مدیر ادارۃ القبول والتسجیل
الجامعۃ السلفیۃ
(مرکزی دارالعلوم)
بنارس-الہند

باب الفتاوی

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:
قربانی کے ارادہ رکھنے والے کے سرو داڑھی کا بال کنگھی کرتے وقت گرجاتے ہیں، تو کیا اس پر گناہ ہے؟
تشفی بخش جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون اللہ الوھاب وھو الموفق للصواب:

سرو داڑھی کے بال کنگھی کرتے وقت قصد وارادہ کے بغیر گرجائیں تو یہ قابل معافی ہیں، کیونکہ ایک تو یہ بال بے جان شمار ہوتے ہیں، دوسرا یہ کہ یہ بغیر قصد وارادہ کے گرتے ہیں، اسی طرح غسل یا وضو کرتے وقت قربانی کرنے والے اور محرم کے سر اور داڑھی سے جو بال ازخود گرجائیں وہ بھی قابل گناہ نہیں ہیں۔

ہاں البتہ قربانی کرنے والا عشرۂ ذوالحجہ کے شروع ہونے کے بعد جان بوجھ کر بال یا ناخن کاٹے یا محرم شخص حالت احرام میں یہ کام کرے، تو یہ گناہ کا کام ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں'' من كان له ذبح يذبحه، فإذا أهل هلال ذی الحجة، فلا يأذن من شعره ولا من أظفاره شيئا، حتى يضحى ''(مسلم كتاب الأضاحی، باب نهی من دخل عليه عشر ذی الحجه ح:۱۹۷۷)

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ'' إذا رأيتم هلال ذی الحجه، وأراد أحدكم أن يضحى، فليمسك عن شعره و أظفاره، (مسلم، الأضاحی، باب نهی من دخل عليه عشر ذی الحجة...ح:۱۹۷۷)

ان دونوں حدیثوں کا ماحصل یہ ہے کہ جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے بال وناخن وغیرہ نہ کاٹے۔

یہاں پر ایک بات یہ یاد رہے کہ داڑھی کے بالوں کو جان بوجھ کر کاٹنا یہ حالت احرام وعشرۂ ذی الحجہ میں جائز ہے اور نہ کسی دوسری حالت میں، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ:'' قصوا الشوارب و أعفوا اللحیٰ (مسند أحمد ۲/۲۲۹) اس لئے جو لوگ خصوصی طور پر عید الاضحیٰ کے دن داڑھی مونڈتے ومونڈواتے ہیں وہ اپنے اس فعل حرام سے توبہ کرلیں۔ اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے، آمین۔ ☆☆

ہذا ما عندی واللہ أعلم بالصواب وعلمہ أتم وأحکم
حررہ: ابوعفان نور الہدیٰ عین الحق سلفی مالدہی
جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس